ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

7 جمادی الثانی 1427ھ / جولائی 2006ء

ذرا سوچیے......!

اسلامی قانون سے کون خوف زدہ ہے؟

GEO

اخبار الاحرار

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی
قادیانیت کے نرغے میں

نورِ ہدایت

القرآن

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) حالانکہ سودے کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام تو جس شخص کے پاس اللہ کی نصیحت پہنچی اور وہ سود لینے سے باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا اور (قیامت میں) اُس کا معاملہ اللہ کے سپرد اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔" (البقرہ: ۲۷۵)

الحدیث

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار قریش نے ایک مرتبہ حضور (ﷺ) کو اتنا زدوکوب کیا کہ آپ (ﷺ) پر بے ہوشی آ گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے کہنا شروع کیا کہ تم لوگوں کا ناس جائے کیا تم ایسے آدمی کو قتل کر ڈالو گے جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔" (ابو یعلی)

الآثار

تم اسلام کی بات کرتے ہو۔ فرنگی اس خطے پر اسلام نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہاں صرف وہی کچھ باقی بچے گا جو انگریز چاہتا ہے اور جو انگریز چاہتا ہو وہ لکھ ہو۔

وہ اسلام کو اتنا سر بلند بھی نہیں دیکھنا چاہتا کہ تمہیں کفر برداشت نہ ہو اور اسلام کو مٹانا بھی نہیں چاہتا کہ تمہیں اسلام کے نام پر لڑایا نہ جا سکے۔

لعنت بر پدر فرنگ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

جالندھر۔ ۱۹۴۳ء

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 17 شمارہ 7 | جمادی الثانی 1427ھ جولائی 2006ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد

سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

مولانا حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسؤل

سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقائے فکر

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس میراں پوری

i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ حزبِ اختلاف کی محتاط سیاست	مدیر	02
انتخاب:	ذرا سوچیے! اسلامی قانون سے کون خوفزدہ ہے؟	روزنامہ ''امت''	04
دین و دانش:	درسِ قرآن	محمد احمد حافظ	07
//	درسِ حدیث	یحییٰ نعمانی	11
//	طبقاتِ امت	مولانا عبدالحق چوہانؒ	15
شاعری:	نعت	ڈاکٹر امتیاز احمد عباسی	17
//	نظم: لفظوں کی کھیتی باڑی	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	19
افکار:	پاکستان میں اسلامی نظام کی جدوجہد	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	20
//	ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال (آخری قسط)	مفتی جمیل احمد نذیری	25
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	34
نقد و نظر:	''بسلسلہ اسلامی معاشرہ کو درپیش خطرات'' مکتوب	مولانا عیسیٰ منصوری	35
سیر الصحابہؓ:	خلیفہ اول بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	ابوسفیان تائب	40
تاریخ کے تبصرے سے:	مسلم لیگ کی تاریخ کا ایک باب	پروفیسر خالد شبیر احمد	44
حسن انتقاد:	تبصرۂ کتب	سید محمد کفیل بخاری، مولانا اسحٰق ظفر، صبیح ہمدانی	52
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	55
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک	150 روپے
بیرون ملک	1000 روپے
فی شمارہ	15 روپے

ترسیل زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت

اکاؤنٹ نمبر 1-5278

یو بی ایل چوک مہربان ملتان

ای میل ایڈریس
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

☎061-4511961

دل کی بات

حزبِ اختلاف کی محتاط سیاست

موسمی گرمی کے ساتھ ساتھ سیاسی گرمی میں بھی شدت آرہی ہے۔ جب سے سرکاری لیگ نے جنرل پرویز مشرف کو موجودہ اسمبلیوں سے آئندہ پانچ سال کے لیے دوبارہ صدر منتخب کرنے کا عندیہ دیا ہے، موسم کچھ زیادہ ہی گرم ہوگیا ہے۔ یوں تو حزبِ اختلاف کے دو بڑے اتحاد ''متحدہ مجلس عمل'اور''اے آر ڈی'' گزشتہ سات سال سے موجودہ حکومت گرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں لیکن ابھی تک کسی کو بھی کوئی بڑی کامیابی نہیں ہوئی۔ گزشتہ مہینوں میں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان لندن میں ''میثاقِ جمہوریت'' طے پایا۔ نواز شرف اور بے نظیر نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے آئندہ محتاط رہنے کا فیصلہ کیا۔ وہ تو پاکستان آنے میں بھی بہت احتیاط سے کام لے رہے ہیں۔ اسی طرح متحدہ مجلس عمل روزِ اوّل سے محتاط ہے اور پھونک پھونک کر قدم رکھ رہی ہے۔ سرحد حکومت کی بقاء، بلوچستان کی مخلوط حکومت میں شرکت، ۱۷ویں آئینی ترمیم، قومی اسمبلی اور سینٹ میں حزبِ اختلاف کی قیادت پر اتفاق احتیاطی تدابیر کا ہی نتیجہ ہے۔

حزبِ اختلاف کی تمام جماعتوں نے جنرل پرویز مشرف کو دوبارہ صدر قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ متحدہ مجلس عمل کی سپریم کونسل نے ۲۶ رجون کو اسلام آباد میں اعلان کیا ہے کہ:

> ''۱۶ رجولائی سے رابطہ عوام مہم شروع کی جائے گی۔ جنرل پرویز کو دوبارہ صدر قبول نہیں کریں گے بلکہ ایسی تمام کوششوں کی بھرپور مزاحمت کریں گے۔''

اخباری بیانات کے مطابق قاضی حسین احمد صاحب تو تحریک چلانا چاہتے ہیں اور دھرنا بھی دینا چاہتے ہیں مگر مولانا فضل الرحمٰن اِسے قاضی صاحب کی ذاتی رائے قرار دے کر معاملہ معلق کر دیتے ہیں۔ مولانا کا مؤقف ہوتا ہے کہ سپریم کونسل فیصلہ کرے گی اور سپریم کونسل کا فیصلہ آپ کے سامنے ہے۔ اس میں تحریک چلانے یا دھرنا دینے والی کوئی بات نہیں جبکہ قاضی صاحب سپریم کونسل کے حالیہ فیصلے میں شامل ہیں۔

ادھر اے آر ڈی کی قیادت ۲ رجولائی کو اپنے اجلاس میں تحریک چلانے یا نہ چلانے کا فیصلہ کرے گی۔ محسوس یہی ہوتا ہے کہ حزبِ اختلاف کی تمام جماعتیں محتاط رویہ اور ''اعتدال پسندی'' اختیار کیے ہوئے ہیں۔ موجودہ وقت کو وہ کسی نہ کسی طرح ۲۰۰۷ء میں ہونے والے عام انتخابات تک پورا کرنا چاہتی ہیں۔ سیاسی شطرنج بچھی ہوئی ہے۔ مجلس عمل، اے آر ڈی اور سرکاری لیگ اپنے اپنے داؤ پر ہیں۔ چودھری شجاعت کا کہنا ہے کہ موجودہ اسمبلیاں ہی جنرل پرویز کو دوبارہ صدر منتخب کریں گی۔ چھوٹے چودھری صاحب نے کہا ہے کہ آئندہ پانچ سال کے لیے بھی ہمیں وردی والا صدر ہی

چاہیے۔ جنرل پرویز کا کہنا ہے کہ وردی میرے جسم کا حصہ ہے۔ یہ بیانات پڑھ کر کئی سیاسی بٹیرے سرکاری لیگ میں شامل ہو گئے ہیں کہ مستقبل انھی کا ہے۔

قاضی حسین احمد صاحب کا فرمان ہے کہ آئندہ انتخابات میں مجلس عمل کلین سویپ کرے گی۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو لیکن حالات کے تیور اس سے اتفاق نہیں کر رہے۔ حزبِ اختلاف کی جماعتیں الگ الگ سمتوں میں چلنے کی بجائے اگر یک نکاتی ایجنڈے کو لے کر اسلام آباد کی طرف رُخ کر لیں تو موجودہ حکمرانوں کی واپسی دنوں کی بات رہ جائے گی۔ لیکن ایسا کیوں نہیں ہو رہا؟ اس میں کون رکاوٹ ہے؟ ایسا کب ہوگا؟ اور جب ہوگا' تب کیا ہوگا؟ ایسے تمام سوالات کے جوابات حزبِ اختلاف کے قائدین کے ذمہ ہیں۔

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی' قادیانیت کے نرغے میں:

علامہ اقبال نے سچ فرمایا تھا: ''قادیانی' اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔'' ان دنوں بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان' قادیانی سازشوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ ایک قادیانی پروفیسر ڈاکٹر عامر سہیل کو بعض قادیانی نواز پروفیسروں نے سازش کر کے چور دروازے سے ڈیپوٹیشن پر یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں تعینات کرایا ہے۔ مذکورہ قادیانی پروفیسر ایک جاہل آدمی ہے۔ اپنے جھوٹے نبی مرزا قادیانی کی طرح ادب کی الف سے بھی ناواقف ہے مگر کسی سفارش پر اس کا جاہلانہ مقالہ منظور کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری دے دی گئی۔ مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کی طرف سے زکریا یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر نصیر خان کو ۲۸ مئی کو ایک خط کے ذریعے قادیانی پروفیسر عامر سہیل کی خلافِ آئین' تبلیغی سرگرمیوں کے خلاف احتجاج اور مطالبہ کیا گیا کہ اس کی ڈیپوٹیشن منسوخ کر کے واپس بھیجا جائے۔ ۲ رجون کو ملتان کی مختلف دینی و سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے ایک وفد کی صورت میں وائس چانسلر سے ملاقات کر کے انھیں مذکورہ قادیانی پروفیسر کی کفریہ، بے ہودہ اور دین و وطن دشمن سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ وائس چانسلر نے کارروائی کا وعدہ کرنے کے باوجود ابھی تک کچھ نہیں کیا۔ بلکہ قادیانی پروفیسر عامر سہیل اور اس کے بعض ہم نوا اساتذہ سے ساز باز کر کے قادیانی کو غیر قانونی تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ قادیانی پروفیسر عامر سہیل یونیورسٹی میں قادیانیت کی تبلیغ کرتا ہے، لٹریچر تقسیم کرتا ہے، طلباء کو گمراہ کرتا ہے، اسلام اور دینی شخصیات کو گالیاں بکتا ہے، دینی اقدار کا مذاق اڑاتا ہے اور دینی مسائل پر بکواس کرتا ہے۔ وزارتِ تعلیم کے اعلیٰ حکام اس معاملے کا سنجیدگی سے نوٹس لیں اور قادیانی پروفیسر کی ڈیپوٹیشن منسوخ کریں۔

☆......☆......☆

ذرا سوچیے......!

اسلامی قانون سے کون خوف زدہ ہے؟

تعزیراتِ پاکستان کے سابقہ قانون کی دفعہ ۳۷۲ اور ۳۷۳ کے تحت عصمت فروشی کے دھندے کو قانونی تحفظ حاصل تھا جو کوئی قحبہ خانہ چلاتا یا عصمت فروشی کی غرض سے خواتین کو خریدتا یا بیچتا یا کرائے پر چلاتا، اسے قانون مکمل تحفظ دیتا تھا۔ صرف ۱۸ برس سے کم عمر لڑکی کو اس کام میں استعمال کرنا جرم تھا۔ حدود کے اسلامی قانون نے ہر عمر کی عورت کی عصمت کی حفاظت کا حکم دیا اور اس کی خرید و فروخت یا کرائے پر دینے اور عصمت فروشی کرانے کی سخت سزا مقرر کی۔

سابقہ قانون میں ۱۵ برس سے کم عمر کی لڑکی سے اس کی مرضی سے زیادتی کی جاتی تو بھی اسے جبری زیادتی کا جرم قرار دیا جاتا۔ حدود کے اسلامی قانون میں عمر کے بجائے بلوغت کو معیار مقرر کیا گیا۔ اب کسی بھی نابالغ لڑکی سے زیادتی کی صورت میں زنا بالجبر کا مقدمہ ہوگا۔ خواہ لڑکی کی مرضی شامل ہو اور خواہ اس کی عمر پندرہ سال سے زائد ہو۔

سابقہ قانون میں جبری زیادتی کی سزا ۱۰ برس تک قید اور جرمانہ تھا۔ حدود کے اسلامی قانون میں شادی شدہ شخص کے لیے سنگساری اور غیر شادی شدہ کے لیے ۱۰۰ کوڑے ہیں۔ حد نہ لگنے کی صورت میں تعزیر جاری ہوگی جو چار برس سے ۲۵ برس تک قید اور ۳۰ کوڑے ہیں۔ لڑکی بے خطا قرار پائے گی۔

سابقہ قانون میں غیر فطری فعل کے ارتکاب کے لیے کسی کو اغوا کرنے کی سزا ۱۰ برس تک قید تھی۔ حدود کے اسلامی قانون کے مطابق اب سزائے موت یا ۲۵ برس قید اور ۳۰ کوڑے ہیں۔

اسلامی قوانین کے ذریعے فحاشی اور بدکاری روکنے پر امریکہ اور این جی اوز کی بڑی تعداد بے چینی کا شکار ہے۔ وہ پولیس کی جانب سے اسلامی قانون کا غلط استعمال روکنے کے بجائے خود قانون ختم کرنے یا اسے بدلنے کے لیے سرمایہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔

ذرا سوچیے! پاکستان میں اسلامی قانون سے خوف زدہ کون ہے؟

گزشتہ برس ۸ نومبر کو واشنگٹن میں بین الاقوامی مذہبی آزادی کے موضوع پر خصوصی کانفرنس میں ایک اہم امریکی سفارت کار جان ہنفورڈ نے دعویٰ کیا کہ اگرچہ پاکستان میں مذہبی آزادی کے مسائل حل طلب ہیں تاہم حکومت نے حدود آرڈی نینس، توہین رسالت اور عوامی تعلیمی نصاب میں اصلاحات کے لیے اقدامات شروع کیے ہیں۔

(بحوالہ کنٹری رپورٹ/ ہیومن رائٹس/ بیورو آف ڈیموکریسی/ جاری کردہ ۲۸ رفروری ۲۰۰۵ء)

ذرا سوچیے! اس میں کیا غلط ہے؟

تعزیراتِ پاکستان کے سابقہ قانون کے مطابق اگر مرد وعورت باہم رضامندی سے ناجائز تعلق قائم کرتے تو صرف مرد ملزم قرار پاتا۔ حدود آرڈیننس کے تحت دونوں برابر کے قصوروار ہیں۔

سابقہ قانون کے تحت ناجائز تعلق کی مرتکب عورت کا خاوند ہی مدعی بن کر مقدمہ کرا سکتا تھا۔ حدود کے موجودہ قانون میں کوئی بھی شہری مدعی ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ ثبوت کی شرائط پوری کر سکے ورنہ اسے قذف کے مقدمے کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سابقہ قانون کے مطابق صرف کسی کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق جرم تھا۔ اب کسی بھی عورت کے ساتھ غلط تعلق جرم ہے۔

سابقہ قانون کے مطابق اگر اس فعل کا ارتکاب عورت کے شوہر کی مرضی سے کیا جاتا تو یہ جرم نہ تھا۔ موجودہ قانون کے مطابق یہ مطلقاً جرم ہے خواہ خاوند کی مرضی سے ہو۔

سابقہ قانون کے مطابق اگر کوئی شخص غیر شادی شدہ عورت، بیوہ یا مطلقہ سے ناجائز تعلق رکھتا تو یہ فعل زنا کا جرم نہیں تھا۔ حدود کے موجودہ قانون کے مطابق یہ جرم ہے۔ خواہ شادی شدہ سے ہو یا غیر شادی شدہ سے۔

سابقہ قانون میں یہ جرم قابل راضی نامہ تھا، مدعی معاف کر دیتا تو مقدمہ خارج ہو جاتا' اب ناقابل راضی نامہ ہے۔ سابقہ قانون میں یہ جرم قابل ضمانت تھا لیکن حدود میں ناقابل ضمانت ہے۔

یونائیٹڈ اسٹیٹس کمیشن فار ریلیجس فریڈم نے مئی ۲۰۰۴ء میں ایک رپورٹ جاری کی جس میں حدود آرڈی نینس کو سخت ہدف تنقید بنایا گیا اور کہا گیا کہ اس کے تحت سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ یہ ایک اسلامی قانون ہے جو سیکولر قانون کے پہلو بہ پہلو چلایا جا رہا ہے۔ رپورٹ میں یہ گمراہ کن دعویٰ بھی کیا گیا کہ حدود آرڈیننس مسلم اور غیر مسلم شہریوں پر یکساں نافذ ہے۔ ایک اسلامی قانون کو ختم کرنے یا تبدیل کرانے والے کس کی خدمت کر رہے ہیں؟

(بحوالہ آن لائن نیوز www.onlinenews.com.pk)

مظلوم عورت کو پرچہ کٹوانے سے کیوں روکا جائے؟

زیادتی کا شکار ہونے والی عورت کو حدود آرڈی نینس نے حق دیا ہے کہ وہ ظالم کے خلاف ایف آئی آر درج کرا سکے۔ آرڈی نینس میں ترمیم کرنے والوں کا مطالبہ ہے کہ مظلوم عورت سے یہ حق لے لیا جائے کیونکہ پولیس اہلکار قانون کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اعتراض کرنے والے پولیس اہلکاروں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے؟ یہ عورت سے ہمدردی ہے یا دشمنی؟

حدود آرڈیننس کے سیکشن ٹین ۱۱ کا اصل مقصد قحبہ گری کا خاتمہ ہے۔ یہی سیکشن سب سے زیادہ ہدف ملامت

بنایا جارہا ہے۔ اس سیکشن کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرانے والے کے خلاف ۸۰ کوڑوں کی سزا ہے جسے قذف کا نام دیا گیا ہے۔ حدود آرڈیننس کے مخالفین قذف کا ذکر ابہام میں رکھتے ہیں تاکہ زنا بالرضا کو روکنے والا سیکشن ٹین ۱۱ ختم کرایا جاسکے اور قحبہ گری گلی کوچوں تک پھیل جائے۔

ملک میں پولیس اہلکاروں کی بدنیتی، ناتجربہ کاری اور رشوت خوری نے اندھیر مچا رکھا ہے۔ پاکستان پینل کوڈ میں بے شمار خامیاں ہیں۔ این جی اوز اور نجی ٹی وی ان کے خلاف مہم کیوں نہیں چلاتے؟ اس پر بھی سوچیں۔ صدر بش کے گزشتہ دورۂ پاکستان میں ایک ۱۱ رکنی وفد نے ان سے ملاقات کی جس میں ارکانِ اسمبلی، صنعت کار اور این جی اوز کے نمائندے شامل تھے۔ وفد نے اور باتوں کے علاوہ انہیں حدود آرڈیننس کے حوالے سے بھی بریف کیا۔ صدر بش نے جواباً یقین دلایا کہ امریکہ ان قوانین میں ترامیم کی حوصلہ افزائی کرے گا۔

(بحوالہ آن لائن نیوز www.onlinenews.com.pk)

(بہ شکریہ روزنامہ ''امت'' کراچی)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

اللہ کی راہ میں جہاد کا حکم

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْ جَمِیْعاً O وَاِنَّ مِنْکُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ ج فَاِنْ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَکُنْ مَّعَھُمْ شَھِیْداً O وَلَئِنْ اَصَابَکُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰہِ لَیَقُوْلَنَّ کَاَنْ لَّمْ تَکُنْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَہٗ مَوَدَّۃٌ یّٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَھُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزاً عَظِیْماً O فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَابِالْاٰخِرَۃِ ط وَمَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْراً عَظِیْماً O (النساء: ۷۱ تا ۷۴)

”اے ایمان والو! لے لو اپنے ہتھیار پھر نکلو جدا جدا ٹولیاں بنا کر یا نکلو اکٹھے ہو کر اور تم میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ (اللہ کی راہ میں) نکلنے سے گریزاں رہتا ہے۔ پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو کہے کہ اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوا۔ اور اگر تمہیں اللہ کی طرف سے کوئی کامیابی ملے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہ تھی......اے کاش! میں بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا تو مجھے بھی بڑی کامیابی یعنی مالِ غنیمت مل جاتا۔ سو چاہیے کہ لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔“

معارف وتفسیر:

آیاتِ بالا میں تین باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) جہاد کے لیے اسلحہ اور ساز وسامان کی فراہمی (۲) اقدام جہاد کا حکم (۳) منافقین کا طرزِ عمل۔ آئندہ آیات میں بھی احکام جہاد کا ذکر ہے، لیکن ایک بات قابلِ غور ہے کہ پچھلی آیات میں اللہ ورسول ﷺ اور مومن حاکم کی اطاعت کا وجوب بھی مومنین کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے مختلف پیرائے اختیار کیے گئے ہیں تاکہ مومنین کے دلوں میں اللہ ورسول کی اطاعت خوب جاگزیں ہو جائے۔

جہاد کیا ہے؟

قبل اس کے کہ ان آیات کی تفسیر کے حوالے سے گزارشات پیش کی جائیں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کیا ہے؟ اس لیے کہ جہاد کے حوالے سے آج کل ایک خاص فضا قائم ہے اور اس کی ایسی ایسی تشریحات کی جارہی ہیں کہ عقلیں دنگ ہیں......مختصراً عرض ہے کہ جہاد نام ہے اللہ رب العزت کے دین کی سربلندی اور مظلوم مسلمانوں کے لیے خوب محنت کے ساتھ کافروں سے مسلح جنگ کرنے کا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

ماالجہاد ؟ جہاد کیا ہے؟......تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان تقاتل الکفار اذا لقیتھم ''جہاد یہ ہے کہ تم بوقتِ مقابلہ کفار سے لڑو۔''

قیل فای الجہاد افضل؟ پھر پوچھا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے!

قال من عقر جواده واھریق دمه

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کا گھوڑا مارا جائے اور پھر خود اس کا خون بہایا جائے'' (کنز العمال)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا جہاد کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جہاد یہ ہے کہ تم بوقت مقابلہ کفار سے لڑائی لڑو اور اس راستے میں نہ خیانت کرو اور نہ ہی بزدلی دکھاؤ'' (رواہ البیہقی)

دونوں احادیث جہاد کا مورد متعین کرتی ہیں کہ جہاد کا معنیٰ و مطلب اللہ کی راہ میں کفار سے لڑنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ افضل ترین جہاد اسے قرار دیا گیا ہے جس میں مومن بندہ ثابت قدمی دکھائے بزدلی نہ دکھائے اور اس کی سواری بھی اس لڑائی کی نذر ہو جائے، پھر وہ خود بھی مارا جائے۔

جہاد ہمیشہ کے لیے ہے:

جہاد کا حکم جہاں بھی آیا ہے مطلق ہے۔ اسے زمان و مکان کی قید میں مقید نہیں کیا گیا۔ نہ تو جہاد کو محض حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا امیر نہ ہونے کی صورت میں اس حکم کو کہیں ساقط کیا گیا ہے، حدیث میں ہے:

> ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تین ایمان کی بنیاد ہیں......(۱) جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلے اس سے جنگ و عداوت ختم کر دینا، اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ۔ (۲) جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے جہاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا (یعنی اس میں انقطاع نہیں آئے گا) یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ دجّال سے جنگ کریں گے، کسی عادل بادشاہ کے عدل یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ لے کر جہاد کو موقوف نہیں کیا جا سکتا۔ (۳) اور تقدیر پر ایمان لانا''۔ (ابوداؤد شریف)

ابوداؤد کی یہ حدیث بتا رہی ہے کہ بعثتِ نبوت کے بعد کوئی دور ایسا نہیں گزرے گا جب جہاد ایسا عظیم الشان عمل جاری نہ ہو، اسلیے اسلام کی سربلندی جہاد میں ہی ہے۔ جہاد کے اس قدر فضائل ہیں کہ اس سلسلے میں بیسیوں آیات، بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔ بعض احادیث میں ایمان کے بعد افضل ترین عمل جہاد کو قرار دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا مسجد حرام کی تعمیر اور حاجیوں کو پانی پلانے سے افضل عمل جہاد ہے۔ ایک حدیث میں گوشہ نشینی کی عبادت سے جہاد کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے بھی بے شمار فضائل ہیں۔

اسلحہ رکھنے کا حکم:

جب جہاد اسلام کا افضل ترین عمل ٹھہرا تو اس کی تیاری بھی لازمی ہے۔ اسی لیے ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا...... خُذُوْا حِذْرَكُمْ ......کہ اپنا اسلحہ لے لو اور نکل پڑو۔ یہاں ایک اشکال جدّت پسندی کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ مقابلے کے لیے سامان حرب بھی دشمن کے برابر ہونا چاہیے، یہ اشکال اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا بلکہ محض میدانِ جہاد سے فرار کا ایک بہانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو سامانِ حرب میں دشمن کی برابری کا مکلّف نہیں بنایا بلکہ بقدر استطاعت تیاری کا حکم دیا ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ اپنے تئیں جتنا ممکن ہے اتنا ہی سامان کافی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن مجاہد جب اللہ کی راہ میں لڑ رہا ہوتا ہے تو اس کا حامی و مددگار محض اللہ رب العزت ہوتا ہے فتح وشکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ایمان والوں کا کام تو اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت میں اپنے آپ کو پیش کر دینا ہے وہ اگر چہ بقدر استطاعت سامان حرب مہیا کرتا ہے مگر بھروسہ اور توکل اللہ ہی پر رکھتا ہے اس لیے اسے یقین ہے کہ اللہ کو منظور ہوا تو فتح ہوگی ورنہ شکست مقدر ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہوئی تو کیونکر فتح نصیب ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید میں وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى میں اسی طرف اشارہ ہے۔

منافقین کا کردار:

اللہ تعالیٰ نے درمیان میں منافقین کے کردار کا بھی ذکر فرمایا کہ جہاد کے سلسلے میں ان کا طرز عمل کیا ہوتا ہے...... میدانِ جہاد میں ظاہر ہے فتح ہوتی ہے تو کبھی شکست بھی ہوتی ہے۔ مومنین قتل ہوتے ہیں، زخمی ہوتے ہیں اور کبھی پسپا بھی ہونا پڑتا ہے' ایسے مواقع پر منافق بہت خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوا، لیکن جب مجاہدین کو کوئی بڑی کامیابی ملتی ہے تو حسرت آمیز انداز میں کہنے لگتا ہے کہ اے کاش میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا تو مجھے بھی اتنی بڑی کامیابی ملتی، مطلب یہ ہے کہ وہ خودغرضی کی اس انتہا پر ہوتا ہے کہ اللہ ورسول ﷺ کے حکم کی پروا نہیں کرتا، بس اپنے ذاتی نفع ونقصان کو دیکھتا ہے کہ میرا نفع یا نقصان کس چیز میں ہے؟

اقدام جہاد:

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ......اس آیت میں اقدام جہاد کا ذکر ہے، **فليقاتل** میں ''ف'' کو عاطفہ مان لیا جائے تو اس کا عطف **خذو احذركم** پر ہوگا۔ اس طرح مطلب ہوگا کہ اپنے بچاؤ کے ہتھیار لے لو اور اللہ کی راہ میں لڑو۔ اگر ''ف'' کو جزائیہ مان لیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ منافق لوگ اگر پیچھے ہٹتے ہیں، ہٹ جائیں۔ اہل ایمان کو تو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے۔ مخلصین کے مقابلے میں منافقین ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ آج کے دور میں بھی منافقین کا کردار موجود ہے اور یہ منافق جہاد سے راہِ فرار اختیار کرنے کے عجیب وغریب نسخے لے کر آتے ہیں۔ کبھی یہ امن امن

کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، کبھی اسٹیٹ اور حاکم کی ذمہ داری سامنے لاتے ہیں، کبھی یہ کہتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ مسلح جہاد کرنے کی بجائے ان سے مکالمہ کرنا چاہیے...... یہ تمام باتیں منافقت کی واضح نشانیاں ہیں۔

مجاہدین کے لیے فضل وانعام:

ومن یقاتل فی سبیل اللہ الخ ......وہ مومنین جو منافقت پر مبنی دعوؤں کی پروا کیے بغیر اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق جہاد کرتے ہیں پھر وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں یا غالب آتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ غلبہ اور کامیابی یا اقتدار و مال کا حاصل ہونا شرط نہیں۔ اگر یہ سب چیزیں حاصل ہو بھی جائیں تو بھی انہیں اجر عظیم حاصل ہوگا کیونکہ مجاہدین کا مقصود مال اور اقتدار نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام کا بول بالا کرنا اور کفار کو رسوا کر کے دین کا اعزاز قائم کرنا تھا۔

چنانچہ اس سلسلے میں ایک حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو شخص نکلتا ہے اور محض اللہ پر ایمان اور اللہ کے پیغمبروں کی تصدیق اس کو گھر سے نکالتی ہے (کوئی دنیوی غرض اس کے پیش نظر نہیں ہوتی) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذمہ لے لیا ہے کہ (یا) ثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ اس کو (جنگ سے) لوٹا دوں گا یا جنت میں داخل کر دوں گا۔

(بخاری و مسلم۔ بحوالہ مظہری)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے (دن کو) روزہ رکھنے والا (رات کو) عبادت میں کھڑا رہنے والا، خشوع و خضوع سے اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھنے والا کہ نہ روزہ سے نکلتا ہے نہ نماز سے۔ مجاہد کی یہ حالت اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ جہاد سے لوٹ آئے۔ اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ اس کو مالِ غنیمت اور ثوابِ آخرت کے ساتھ لوٹا دے یا اس کو شہادت عطا کرے اور جنت میں داخل فرمائے۔'' (تفسیر مظہری)

غور فرمایئے! یہ تمام فضائل وانعامات اس شخص کے لیے ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اللہ کی راہ میں نکل کھڑا ہو اور اپنی جان و مال اس کے حضور پیش کر دے۔ آج جہاد کی ایسی تفسیر کی جارہی ہے کہ معلوم ہوتا ہے یہ حکم قرنِ اولیٰ کے لیے ہی تھا اور مجاہدین کو انتہا پسند، دہشت گرد، راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے اور نہ جانے کیا کچھ کہا جاتا ہے۔ قرآن کی زبان میں ایسے لوگ یقینی طور پر منافق ہیں جن کا اُخروی ٹھکانہ جہنم کا اسفل سافلین ہے۔ اور جو مجاہد فی سبیل اللہ ہیں، ان کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے فضائل وانعامات کی بارش کا اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پہلے گروہ کے سائے سے بھی محفوظ فرمائے اور دوسرے گروہ میں مقام نصیب فرمادے۔ آمین یارب العالمین۔

درسِ حدیث

مولانا یحییٰ نعمانی *

ظلم کا خطرناک انجام

ظلم اور حق تلفی سنگین ترین گناہوں میں سے ہونے کے علاوہ اس اعتبار سے مزید خطرناک ہیں کہ وہ گناہ جو اللہ کی ذات سے متعلق ہیں کسی بندے کا حق اس سے وابستہ نہیں ہوتا' ان کے بارے میں اس کا امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو معاف کردے، اور سچی توبہ سے وہ یقینی طور پر معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر ظلم زیادتی اور حق تلفی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصول بنا دیا ہے کہ وہ ان کو اپنے کرم ومغفرت سے اس وقت تک نہیں بخشے گا جب تک حق دار کا حق نہ ادا کر دیا جائے اور مظلوم کو بدلہ نہ مل جائے۔ یا وہ خود بخش دے اور معاف کر دے......اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو بھی ظلم سے شدید نفرت ہے اور ظالم پر اس کا سخت غضب ہے۔ صحیح مسلم میں اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت اور ہیبت وجبروت سے بھری ہوئی ایک قدسی حدیث آئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ عظمت وجلال سے بھرے ہوئے لہجے میں اپنے بندوں سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

(۱) وعن ابی ذرعن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فیما یروی عن ربہ انہ تعالٰی یقول :یا عبادی انی حرمت الظلم علٰی نفسی وجعلتہ بینکم حراماً فلا تظالموا،یا عبادی کلکم ضالّ الا من ھدیتہ ، فاستھدونی اھدکم ، یا عبادی کلکم جائع الامن اطعمتہ ،فاستطعمونی اطعمکم ،یا عبادی کلکم عار الا من کسوتہ ، فاستکسونی اکسوکم ، یا عبادی انکم تخطئون باللیل والنھار، وانااغفر الذنوب جمیعاً،فاستغفرونی اغفرلکم ، یاعبادی انکم لن تبلغوا ضرّی فتضرونی ، ولن تنفعوا نفعی فتنفعونی یا عبادی لوان اوّلکم وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علٰی اتقٰی قلب رجل منکم مازادذالک ملکی شیئاً ، یاعبادی لو ان اوّلکم وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علٰی افجررجل واحدمنکم مانقص ذالک من ملکی شیئاً یا عبادی لو ان اوّلکم وآخرکم وانسکم وجنکم قاموا فی صعیدواحدفسألونی فأعطیت کل انسان مسألتہ مانقص ذالک مماعندی الا کماینقص المخیط اذاادخل البحر ، یا عبادی انماھی أعمالکم أحصیھالکم .ثم أوفیکم ایّاھا ، فمن وجد خیراً فلیحمداللّٰہ ومن وجد غیر ذلک فلا یلومن اِلّانفسہ . (راوہ مسلم)

* مرتب: ''الفرقان''، لکھنؤ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے: میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام قرار دے لیا ہے، اور تمہارے درمیان ایک دوسرے پر ظلم کرنا حرام اور ناجائز کر دیا ہے۔ پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔ میرے بندو! تم سب گم راہ ہو، سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دے دوں، لہٰذا تم مجھ سے ہدایت کی دعا مانگا کرو میں تم کو (سیدھی راہ) دکھاؤں گا۔ میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں۔ (یعنی جس کو رزق ملتا ہے اللہ کے فضل وبخشش سے ملتا ہے، وہ نہ دے تو سب کے سب بھوکے مرجائیں) اس لیے تم مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھلاؤں گا۔ میرے بندو! تم سب بے لباس ہو سوائے اس کے جس کو میں لباس دوں، لہٰذا تم مجھ سے لباس کی دعا کرو، میں تم کو لباس عطا کروں گا۔ میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرتے ہو، اور میں (ایسا غفور ورحیم ہوں) کہ سب گناہ معاف کرسکتا ہوں۔ لہٰذا مجھ سے استغفار کیا کرو میں تم کو معاف کر دوں گا۔ میرے بندو! تم کچھ کرلو مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے اور کچھ کرلو میرے لیے کسی فائدے کا سبب بھی نہیں بن سکتے۔ میرے بندو! اگر تم سب کے سب، انسان بھی، جنات بھی آخری درجے کے متقی پرہیزگار بن جاؤ تب بھی میری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ اور اگر سب کے سب، انسان بھی جن بھی، آخری درجہ کے گناہ گار بن جاؤ تب بھی میری بادشاہت میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ میرے بندو! اگر ابتدائے آفرینش سے لے کر آخر زمانے تک کے سارے انسان اور جن ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور ہر ایک اپنے دل کی ساری تمنائیں مجھ سے مانگ لے، اور میں (اسی وقت) سب کی مرادیں پوری کر دوں تو اس سے میرے خزانے میں اتنی بھی کمی نہیں ہوتی جتنی سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالنے سے ہوتی ہے۔ میرے بندو! (جن حالات سے تم گزرتے ہو) یہ تمہارے اعمال ہیں جو میں تم کو لوٹا دیتا ہوں۔ تو جو بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد وثنا بیان کرے اور جو کچھ اور پائے تو اپنے ہی کو ملامت کرے (اس لیے کہ یہ اس کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے)۔ (صحیح مسلم)

العزة للّٰہ، سبحان ربّی ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة بڑی عظیم و پرہیبت حدیث ہے، جس میں الوہیت کی شان جھلک رہی ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی عظیم محدث امام ابوادریس الخولانی اس کو جب روایت کرتے تو گھٹنوں کے بل باادب ہو کر بیٹھ جاتے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اہل شام کی روایات میں اس سے زیادہ باعظمت اور کوئی حدیث نہیں ہے۔

یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے ایک خطبہ ہے۔ جس میں اس نے اپنی بلند بالا شان اور الوہیت کے مقام کا تعارف کرایا ہے، اور بندوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اگر کامیابی چاہتے ہیں تو خشوع وخضوع کے ساتھ بندگی کے آداب بجالائیں۔

اس عظیم خطاب کی ابتدا ظلم کی مذمت اور بندوں کو اس سے پرہیز کی تاکید سے ہوتی ہے۔ اور ارشاد فرمایا گیا ہے

کہ میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے لیے حرام کرلیا ہے، اور تمہارے لیے بھی۔ لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

(۲) وعن جابرؓ ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: اتقوا الظلم ، فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ، واتقوا الشح ، فان الشح اھلک من کان قبلکم حملھم علٰی ان سفکوا دماء ھم واستعلوا محارمھم . (رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظلم سے پرہیز کرو۔ اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی شکل میں ہوگا۔ اور حرص سے بھی بچو۔ اس لیے کہ پچھلی قوموں کی تباہی حرص ہی کی وجہ سے ہوئی۔ اس نے ان سے آپس میں خونریزیاں کروائیں اور عزتیں پامال کرائیں۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث شریف میں جو ظلم کو قیامت کی ظلمات (یعنی قیامت کے اندھیرے) کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ظالموں کو ایسے اندھیروں میں رکھا جائے گا کہ ان کو کچھ نہیں سوجھے گا کہ کدھر جائیں۔ اہل ایمان سراپا نور ہوں گے، ان کے لیے راستوں پر خصوصی روشنی کی جائے گی اور ظالموں اور منافقوں کا یہ حال قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ وہ شدید بے چینی کے عالم میں ہوں گے اور گھپ اندھیرا ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(۳) عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم : اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللّٰہ حجاب . (متفق علیہ)

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچ کے رہنا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب یا پردہ نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت معاذ بن جبلؓ ایک نوجوان ذی علم صحابی تھے، اور آنحضرت ﷺ کو ان سے بڑی محبت اور بڑا خصوصی تعلق تھا۔ اپنی عمر کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا، اور بڑی محبت سے ان کو کچھ وصیتیں فرمائی تھی، اور یہ اشارہ بھی دے دیا تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ اب اس دنیا میں دیدار نہیں ہونا ہے۔ ان وصیتوں میں حکمرانی سے متعلق بھی ہدایات تھیں۔ انہی کے آخر میں آپ نے ان کو ہدایت کی کہ بحیثیت امیر وحکمراں ان سے کسی کمزور کو شکایت نہ ہو جائے اور کسی پر ظلم نہ ہو جائے۔ اور باخبر کیا کہ مظلوم کی بددعا بہت خطرناک چیز ہے اللہ اس کو براہ راست فوری طور پر سنتا اور قبول کرتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی بھی چیز کے سامنے کوئی رکاوٹ اور حجاب نہیں ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مظلوم کی بددعا فوری طور پر سنی جاتی ہے اور اس کے نامقبول ہونے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔

(۴) عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: من کانت عندہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ اومن شیئ ،فلیتحللّہ منہ الیوم قبل ان لا یکون دینار ولا

درهم،ان كان له عمل صالح اخذمنه بقدر مظلمته ،وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه (رواہ البخاری)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کسی نے اپنے کسی بھائی کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو، اس کی بے آبروئی کی ہو یا اس کی کوئی چیز ناحق لے لی ہو، تو آج ہی حساب کتاب برابر کرلے (یعنی یا معاف کرالے یا بدلہ دے دے) اس دن کے آنے سے پہلے جب دینار و درہم کچھ نہیں ہوگا۔ پھر تو حساب بس اس طرح ہو سکے گا کہ اس کی زیادتی کے بقدر نیکیاں لے کر مظلوم کو دی جائیں گی۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس کے اوپر لاد دیئے جائیں گے (صحیح بخاری)

(۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے سوال فرمایا: تم جانتے ہو مفلس (دیوالیہ) کون ہوتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے عرف میں تو مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس پیسہ بھی نہ ہو اور زندگی کی ضروریات کے سامان میں سے کچھ بھی نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں (اس سے بڑا اور بدنصیب) مفلس وہ ہوگا جو قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ روزہ، نماز، صدقہ، نیکیاں کی ہوں گی۔ لیکن اس حال میں آئے گا کہ اس کو گالی دی، اس کو برا بھلا کہا، اس پر تہمت لگائی، اس کا مال کھا گیا، اس کا خون بہایا، اس کو مارا۔ (اب اس کا حساب برابر کیا جائے گا) تو اس کو کچھ نیکیاں دلوائی جائیں گی......اب اگر حساب برابر ہونے سے پہلے نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم)

اللہ رے بدنصیبی۔ واقعی اس ثروت مند مفلس اور مال دار فقیر سے زیادہ کوئی بدنصیب نہیں ہوسکتا۔ روزہ، نماز صدقہ......سب نیکیاں خزانے میں جمع ہیں۔ مگر جب حساب کیا گیا تو اپنی زیادتیوں اور مظالم کی وجہ سے سب دوسروں کو دے دی جائیں گی اور دوسروں کے گناہ اس کی کمر پر رکھ دیئے جائیں گے اور یہ ''نیک'' نظر آنے والا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (جاری ہے)

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب

دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ

طبقاتِ امت

فاران کی چوٹیوں سے جب نورِ نبوت کا طلوع ہوا اور اس کی کرنوں نے اطرافِ عالم کو منور کیا تو سب سے پہلے جن سعید ارواح نے اس نور کو اپنے اندر جذب کرنے کی سبقت حاصل کی ۔اصطلاحِ شرع کے اعتبار سے ان اوّلین نفوسِ قدسیہ کو ''صحابہؓ '' کے مقدس لقب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔عالم مادیات کے اعتبار سے ان نفوس کی حیثیت بالکل اسی طرح کی ہے کہ جیسا کہ آئینہ سورج کی روشنی کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی ضوافشاں انعکاسی کرنوں سے ظلمت کدہ کو بقعہ نور سے تبدیل کر دیتا ہے۔اس طرح یہ سعید ارواح بھی شمس نبوت سے پھوٹنے والی نورِ ہدایت کی کرنوں کو اپنے اندر جذب کر کے آنے والی امت کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوتے۔اس لیے حدیث میں اس مقدس جماعت کو علی الرطلاق ''نجوم ہدایہ'' فرمایا گیا ہے۔ان میں سے جس کا دامن بھی پکڑ لوگے' ہدایت حاصل کر لوگے اور یہ اطلاق ہدایت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی زندگی مجسم دین نہ بن گئی ہو ورنہ اگر کسی گوشہ زندگی میں بھی ہدایت کی بجائے معاذ اللہ ضلالت کا شائبہ تک ہوتا تو علی الرطلاق انہیں نجوم ہدایت نہ فرمایا جاتا۔صحابہ کی اس مرکزی حیثیت کے اعتبار سے امت مختلف طبقات میں منقسم ہے۔جس وقت پیغمبر (ﷺ) نے مکہ کے اندر خدا کے باغی معاشرہ میں اپنی نبوت کا اعلان کر کے خدائے واحد کی عبادت کی طرف امت کو بلایا تو جن پاکیزہ انسانوں نے اس دعوت حق پر لبیک کہا۔ان لوگوں کا اس دعوت کو قبول کرنا گویا پوری دنیا سے اعلان جنگ کرنے اور خویش واقارب سے مقاطعہ کرنے کے مترادف تھا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا ظلم وستم کے باعث سرزمین مکہ ان کے لیے تنگ کر دی گئی ،حق وصداقت کے یہ کوہِ گراں اللہ کی اس ہدایت پر اس طرح مضبوطی سے ثابت قدم رہے کہ معاشرتی مقاطعہ اور آبائی وطن سے ترک سکونت اختیار کر کے ہجرت قبول کر لی لیکن دین حق سے اعراض کرنا قبول نہ کیا۔ترغیب وتربیت کا کوئی حربہ بھی ان پر کامیاب نہ ہوسکا۔صحابہ کی اس جماعت اور طبقہ کو ''مہاجرین'' کہا جاتا ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیات میں ان کی مدح بیان کی گئی ہے اور ایک آیت میں ان کے متعلق فرمان ربانی اس طرح ہے۔

جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور اپنے مالوں سے محروم کیے گئے اور اللہ کا فضل اور خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔وہ لوگ سچے مومن ہیں۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے ان مہاجرین کو اپنے ہاں بسایا۔قربانی اور ایثار کی ایسی مثال پیش کی کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے درماندہ وعاجز ہے۔امت کے اس طبقہ کو ''انصار'' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔قرآن مجید میں

اس جماعت کی بھی مدح بیان کی گئی ہے۔ایک آیت میں ان کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے۔

جوانصار اِن مہاجرین سے پہلے ایمان لاکر دارالہجرت یعنی مدینہ میں قیام پذیر تھے‘ وہ محبت کرتے ہیں۔ان لوگوں سے جوہجرت کرکے ان کی طرف آتے ہیں اور جوان مہاجرین کودیا جاتا ہے۔ان کی اپنے دلوں میں حاجت تک محسوس نہیں کرتے اوران کواپنی ذات پرترجیح دیتے ہیں۔اگرچہ وہ خودبھی بھوکے ہوتے ہیں۔اس کے بعدقرآن مجید نے امت کاایک تیسراطبقہ بیان کیاہے۔وہ یہی جوان کے بعدآئے لیکن ان صحابہ کے لیےخداوندقدوس سے مغفرت کاطلب گاررہو۔امت کےاس تیسرےطبقہ کواس طرح بیان کیا گیاہے۔

جودعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار!ہم کوبخش دےاور ہمارےان بھائیوں کوجوہم سے پہلےایمان لاچکے ہیں اور ہمارےدلوں میں ایمان والوں کی طرح کینہ نہ ہونے دیجیے۔اے ہمارے رب! آپ بڑےشفیق ورحیم ہیں۔

اس آیت کے مفہوم سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ایک طبقہ وہ بھی ہے جوصحابہ کےحق میں بددعا گوہوگا اوروہ طبقہ خداوندقدوس کی رافت ورحمت سےمحروم ہوگا۔قرآن مجید کی ان آیات سے جومفہوم حاصل ہوتاہے‘ وہ یہ ہے جیسے صحابہ کرام کے دوطبقے ہیں۔یعنی مہاجرین وانصار جن کی علی الاطلاق قرآن نے تقدیس بیان کی‘ جس سے صحابی نام کاکوئی فردبھی خارج نہیں رہ گیا۔ایسے صحابہ کے بعد دوطبقے اوربھی قرآن مجید کی ان آیات سے واضح ہوتے ہیں۔ایک منطوق کلام سے وہ دعاگواورعقیدت مندکاطبقہ اوردوسرامفہوم کلام سےاوروہ صحابہ پرنکتہ چینی کرنے والوں کااور ساتھ ہی یہ بات بھی بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ان دوطبقات کے درمیان تیسراکوئی طبقہ نہیں جومعتقدبھی ہواورنکتہ چین بھی ہوانہیں مقدس اوراسلام کامعلم اوّل بھی کہتاہواوران پرتنقیداورنکتہ چینی بھی کرے۔اس لیےان آیات اورخودتعامل صحابہ اوراجماع امت سے یہ بات نیم روز کی طرح واضح اورنمایاں ہوجاتی ہے کہ صحابہ کے بارے میں کوئی طبقہ یافرد جب دعاگو میں شامل نہیں ہوگا تولامحالہ نکتہ چینیوں میں ہی داخل ہوگا۔خواہ اس کی تنقیدنکتہ چینی اور بدگوئی کسی بھی درجہ کی ہو۔اس سے ان لوگوں کا فریب نفس اورتلبیس واضح ہوجاتی ہے جولوگ صحابہ رضی اللہ عنہم پرتنقید کرتے ہوئے بطورطفل تسلی کے یہ کہتے ہیں کہ ہم احترام کوملحوظ رکھتے ہوئے ان کے اعمال پرتنقید کرتے ہیں۔جبکہ قرآنی آیات اوراصول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کااحترام اوران کی ذوات مقدسہ پرتنقید کرناایسے دومتضادکام ہیں کہ ان کااجتماع ناممکن ہے۔

☆......☆......☆

ڈاکٹر امتیاز احمد عباسی
اسلام آباد

نعتِ انبیاء

انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء
رہنمائے ہُدیٰ، سفرائے خدا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

خوبیاں جن کو مولا نے کی ہیں عطا
زُہد و جود و کرم اور صِدق و صفا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

ہیں وہ بے لوث بھی اور ہیں بے غرض
درد انسانیت کا ہے جن میں سِوا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

اَنَـا اَنْـصَـحُـکُـم جن کا نغمہ رہا
مَـا اَسْـئَـلُـکُـم جن کا نعرہ ہوا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

حق کا پیغام لے کر چلے روز و شب
حق کی خاطر کھپے ہیں وہ صبح و مسا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

درد سہتے رہے غم اُٹھاتے رہے
دشمنوں کے بھی دیکھو رہے خیر خواہ
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

جن کی برکت سے انسان کو عزت ملی
راہِ منزل ملی اور مقصد ملا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

ہیں تشکر بھرے ذی شعوروں کے دل
زندہ باد انبیاء، زندہ باد انبیاء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

درسِ حبِ اِلٰہی جو دیتے رہے
ہیں محبِ خدا اور حبیبِ خدا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

خیر جتنی جہاں بھی نظر آئے گی
اِس کا منبع ہیں وہ اور ہیں درسگاہ
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

خوشہ چیں جن کے ہیں سارے شاہ و گدا
سارے عالم فقیہہ، صوفیہ، اولیاء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

فیض سے جن کے روشن سارا جہاں
یہ اُفُق، یہ شفق، اور یہ ارض و سماء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

رب سے لیتے ہیں وہ سب کو دیتے ہیں وہ
ہیں سراپا عطا، پاک از خطا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

سب سے اعلیٰ ہیں وہ جب کہ قرآن میں
تذکرہ جن کا اللہ نے خود کیا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

ہے نمازوں میں سب کی یہی اِلتجا
راہ پہ اُن کی مولا تو ہم کو چلا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

ایک روحِ خدا، اِک کلیمِ خدا
اِک خلیلِ خدا، اِک حبیبِ خدا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

میرے محبوب وہ، رب نے جن کے لیے
لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ کہا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

سب میرے محترم میں سبھوں کا غلام
میرے دل کی جلا، آنکھوں کی ہیں ضِیا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

مجمعِ اکملاں، مجمعِ اجملاں
مجمعِ اذکیا، مجمعِ اتقیا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

نوریوں سے بلند، نازِ انسانیت
جن کے سردار ہیں خاتم الانبیاء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

وہ مقدس گروہ، میں فِرو تر فِرو
میرے بس میں کہاں مدحتِ انبیاء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

رحمتِ حق کا باعث ہے جن کا وجود
ہو درود اُن پہ اور رحمتِ کبریا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

کاش جنت میں آئیں مری ایک دن
کہہ سکوں میں اُنھیں مرحبا مرحبا
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

لفظ عاجز ہوئے نطق ساکت ہوا
ماورائے بیاں عظمتِ انبیاء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء
انبیاء، انبیاء، انبیاء، انبیاء

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

لفظوں کی کھیتی باڑی

جون کے بِل آ رہے ہیں مار و مار
گھر کی سب چیزیں یہ بِکوانے لگے

چینی ، آٹے ، دال کا بھاؤ نہ پوچھ
بجٹ کے ایسے نتائج آنے لگے

جب بھی اُن کے ساتھ میں نے بات کی
منہ میں انگلی ڈال فرمانے لگے

ہے حرامی مال کا اپنا مزا
پیر بھی جو سُود اب کھانے لگے

ایک دن ''مُنّو'' نے جدّہ سے کہا
''بھائی جی'' اب بال اُگوانے لگے

ایک پدی ' ایک اس کا شوربہ
کلچڑی گنجی کے ہاں جانے لگے

''ہندو مسلم اصل میں سب ایک ہیں''
قاضیٔ تعلیم فرمانے لگے

زرد چولا ، مہندی ، گانا ، راگ رنگ
دین کو اب لوگ ہندوانے لگے

میں نے پوچھا آپ ہندو تو نہیں!
اہلِ قلم مندر میں جب جانے لگے

جب مسلمانی گَھٹی اتنی گَھٹی
بت کے آگے ہاتھ بندھانے لگے

ہر مہینے کالے بکروں کا رواج
کالے دھن کو لوگ دُھلوانے لگے

ہے یہی روشن خیالی آج کل
میر بھی اب رقص فرمانے لگے

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن)

پاکستان میں اسلامی نظام کی جدوجہد
اوراس سے وابستہ اصولی اوراخلاقی تصورات

پاکستان کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ یہ بنا اسلام کے نام پر، پہلے دن سے وہاں اسلامی نظامِ حکومت کے لیے اس انداز کی جدوجہد چل رہی ہے جیسے حکمرانوں کے لیے یہ نظام ایک ناقابلِ قبول چیز ہو! ابتدائی دنوں کی سخت جدوجہد کے بعد اتنی کامیابی اس سلسلہ میں ملی کہ دستور ساز اسمبلی نے ''قراردادِ مقاصد'' نام کی ایک قرارداد پاس کردی۔ یہ گویا ملک کے لیے اسلامی دستور کا سنگِ بنیاد ہوا۔ مگر پھر دستور بننے میں وہ لوہے لگے کہ کہیں ۱۹۷۳ء میں جا کے یہ ہوسکا۔ یعنی پاکستان کے قیام پر ایک چوتھائی صدی گزرنے کے بعد۔ یہ دستور بہر حال ایسا بن گیا کہ جو طبقہ اسلامی نظامِ حکومت کی جدوجہد کررہا تھا اس نے بھی ضرورت کی حد تک اسے قابلِ قبول مان لیا۔ لیکن جتنی بھی حکومتیں اس دستور کے ماتحت بنیں ان میں سے کسی کا بھی طرزِ حکومت اس طبقہ کے لئے اطمینان بخش نہیں رہا۔ اسلامی نظام (یا نظامِ مصطفٰے) کے نام پر آویزش کا ایک سلسلہ حکومتِ وقت کے ساتھ آج مزید ایک چوتھائی صدی گزر جانے پر بھی برابر قائم ہے۔ اور اس آویزش میں وہ نئے نئے طریقے برتنے کا تجربہ یہ اسلام پسند طبقہ کرتا نظر آرہا ہے کہ اس کے مقصد سے ہمدردی کے ساتھ یہ طریقے کسی طرح اس کے مقصد سے ہم آہنگ نہیں دکھائی دیتے۔ نظر ایسا آنے لگا ہے جیسے، کم از کم فی الحال، یہ لوگ اسلامی حکومت کے بارے میں اپنے اصل نظریہ کی کامیابی سے مایوس ہو چکے، اب مسئلہ کسی نہ کسی طرح بس برسرِ حکومت آجانے کا ہے۔ پس وقت ہے کہ اس اسلام پسند طبقہ کو معاملہ کے اس پہلو پر توجہ دلائی جائے۔

نیت نیک ہوسکتی ہے، اُس سے بحث نہیں۔ مگر ذرا غور کرنے کی بات ہے، جنرل مشرف نے نواز شریف کا تخت اُلٹا تو اس پورے اسلام پسند طبقہ کو اس پر نہایت خوش ہوتے دیکھا گیا۔ وقت بدل گیا اور جنرل مشرف سے بات بننے کے بعد بگڑ گئی اور بظاہر وہاں پہنچ گئی کہ اب پھر بننے والی نہیں، تو اس طبقہ کے نمائندے لندن میں انھیں نواز شریف صاحب سے یکجہتی کا اظہار کرنے پہنچ رہے ہیں۔ (معلوم ہے کہ شریف برادران آج کل لندن میں ان ارادوں کے اظہار کے ساتھ فروکش ہیں کہ وہ اب پاکستانی سیاست میں حصہ لینے کے لیے واپس آرہے ہیں۔) نواز شریف کا تخت اُلٹ جانے پر خوشی کا سب سے اہم باعث، یا حوالہ، ان کی وہ مخالفِ اُسامہ وطالبان پالیسی تھی جو کارگل قصہ کے سلسلہ میں واشنگٹن سے واپسی پر بالکل ایک یو (U) ٹرن کے انداز میں موصوف نے اپنائی۔ اور پھر یہی پالیسی جب جنرل مشرف نے امریکہ کی معاونت میں ۲۰۰۱ء میں اپنالی تو اس طبقہ کے سب عناصر نے مل کر آنے والے الیکشن کے لیے ایک مشرف مخالف محاذ ''متحدہ مجلسِ عمل'' کے نام سے بنایا اور اسی (امریکہ دوست اُسامہ دشمن) پالیسی کے حوالہ سے ۲۰۰۲ء میں جنرل مشرف کی مسلم لیگ

کے خلاف الیکشن لڑ کر کامیابی کا وہ درجہ حاصل کیا کہ دوسروں کو تو اس کا اندیشہ کیا خود کو بھی اتنی امید نہ رہی ہوگی۔ پیپلز پارٹی تک پیچھے رہ گئی۔ لیکن اس کامیابی کے فوراً بعد کیا دیکھنے میں آیا؟ کہ یہ کوشش شروع ہوئی کہ امریکہ اور مغربی ممالک اِن لوگوں کو اسامہ اور طالبان کی نظر سے نہ دیکھیں۔ محاذ کی قیادت نے جماعتِ اسلامی کے مرکز منصورہ میں ان ممالک کے سفراء کو اس مقصد کے لیے مدعو کیا۔ اس اجتماعِ سفراء کی جو رپورٹ اخبارات میں آئی وہ سوائے اس کے کوئی دوسرا تاثر اس کے مقصد کے بارے میں نہیں دیتی تھی۔ تو کیا یہ ابن الوقتانہ (ان الفاظ کے لیے معذرت) طور طریقے ذرا ایک بھی بے نظیر اور نواز شریف جیسے خالص سیاسی لوگوں کے طور طریقوں سے مختلف ہیں؟ اور کیا ان خالص سیاسی لوگوں کے مقاصد کی راہ اور کاروانِ نظامِ مصطفٰے کے مقصد کی راہ ایک بھی ہو سکتی ہے؟ اور اسی ایک راہ سے منزلیں دونوں کو الگ الگ بھی مل سکتی ہیں؟

اچھا تو پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا اس میں ''اسلام کی حکومت'' قائم نہ ہو سکنے کا آخر وہ مسئلہ کیا ہے کہ اس حکومت کے علمبردار اپنی جد و جہد میں ہر ڈھنگ آزماتے آزماتے وہاں نکل گئے ہیں جہاں اس قافلہ کے ایک سالار کو غالب کا یہ شعر حسبِ حال نظر آنے لگ گیا تھا:

ہاں، اہلِ طلب! کون سنے طعنۂ نا یافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہیں، اپنے ہی کو کھو آئے

اللہ جانے کیوں لوگوں کی نظر نہیں جاتی، یا جان کر انجان بنا جا رہا ہے۔ بات تو بالکل سامنے کی ہے! اسلام کے نام پہ بے شک یہ ملک بنا تھا۔ مگر کونسا اسلام؟ مولٰینا محمد قاسم نانوتوی والا؟ مولانا مودودی والا؟ یا سر سید اور مسٹر محمد علی جناح والا اسلام؟ اگر یہ پہلے دو میں سے کسی کا ''اسلام'' ہوتا تو حضرت مولٰینا حسین احمد مدنی یہ نہ کہہ رہے ہوتے کہ پاکستان کا رقبہ تو بہت چیز ہے ہمیں اگر اس کے کسی ایک شہر اور کوچہ کے بارے میں بھی یقین ہو کہ لیگی قیادت وہاں اسلام قائم کرے گی تو ہم خیمہ بردار ہو کے چلیں اور نہ مولٰینا مودودی اپنے ان لوگوں سے جو پٹھانکوٹ میں اُنھیں سمجھانا چاہ رہے تھے کہ پاکستان بننے سے تو ہمارا کام بڑا آسان ہو جائے گا پس ہم اس کی تائید کریں یہ فرماتے کہ تم نیبو کے درخت سے آم کھانے کی توقع کرتے ہو! وہاں اسلام کی بات کرنے والوں کو پھانسیاں ملیں گی (اور مولٰینا تو واقعی پھانسی سے بس بال بال بچے)۔

پاکستان بنوانے والی اصل طاقتیں دو تھیں۔ ایک قائدِ اعظم مسٹر جناح کی ذات، دوسرے علیگڈھ۔ دوسرے الفاظ میں کلیدی رول ان کا تھا باقی بس حمایت یا زینت۔ اور یہ ان دونوں کے تصورِ اسلام ہی کا قصہ تھا جس نے حضرت مدنی اور مولانا مودودی سے وہ باتیں کہلوائیں، (یہاں یہ نہ بھولئے کہ یہ ۱۹۴۷ء سے پہلے کا علی گڈھ تھا، کوئی آج کے علی گڈھ پہ نہ جائے، آج تو وہاں کی دنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔ پر یہ بدلا ہوا علی گڈھ ہندوستان کے حصہ میں آیا ہے۔) خیر، مگر اس کو کیا کیجیے! کہ دو ہی سال کے اندر جب پاکستان وجود میں آ گیا اور مولٰینا مودودی کو پٹھانکوٹ سے ہجرت کر کے وہاں آنا پڑ گیا تو اس پاکستان نے ان سے خود ان کی بات کا یقین چھین لیا۔ اور جو کچھ وہ اس نیبو کے درخت سے آم کھانے کی کوشش میں کر سکتے تھے اس میں کوئی دقیقہ اُٹھا کے انھوں نے نہیں رکھا۔ اسی میں ان کا ساتھ چھوڑتے ہوئے غالب کا وہ

اوپر کا شعر مولانا امین احسن اصلاحی کو یاد آیا تھا۔ پر خوشی کی بات ہے کہ بالآخر (اگر چہ ذرا بعد از وقت) مولانا مودودی کو بھی احساس ہو گیا کہ وہ سراب کے پیچھے دوڑتے اور لوگوں کو دوڑاتے رہے اور اب ان کا فرض ہے کہ اس کا اظہار کر دیں۔ اس قابلِ تحسین واقعہ سے ہم باہر کے لوگوں کو واقف کرانے کی نیکی مولانا کے ایک زمانہ کے پیرو جناب ارشاد احمد حقانی کے قلم سے انجام پائی۔ یہ موصوف کے ایک قسط وار کالم کا حصہ تھا جو یکم تا ۵ نومبر ۲۰۰۰ء روز نامہ جنگ میں شائع ہوا۔ مولانا نے اس کے مطابق اپنی جماعت کی شوریٰ میں اس مضمون کی ایک قرارداد پاس کرانی چاہی تھی کہ ہم پاکستان بننے کے بعد سے ایک غلط راستہ پر چلتے رہے اب ضرورت ہے کہ اپنی صحیح راہ پر واپس جائیں۔ مگر یہ وہ وقت (۱۹۷۲ء) تھا کہ مولانا کے قویٰ جواب دے رہے تھے۔ وہ اَمارت بھی چھوڑ چکے تھے۔ ۱۹۵۷ء کا ماچھی گوٹھ والا رول اب وہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ رفقاء حامی نہ ہوئے اور وہ بے بس ہو کے رہ گئے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔

الغرض مسئلہ میں ایک تو یہ بنیادی عامل (فیکٹر) علی گڈھ والے اور قائدِ اعظم والے اسلام کا ہے۔ آپ اس سے تجاہل برت کر اس کو کالعدم نہیں کر سکتے۔ یہ ایک گہرا فکری عامل ہے۔ یہ پاکستان کی جڑوں میں پلایا ہوا ہے۔ یہ آپ کے والے (یعنی ''ملاّ'' والے) اسلام کی ہر قیمت پر مخالفت کرے گا۔ اس تصورِ اسلام کے لوگ آپ کی جدوجہد کو اپنے حق پر ڈاکہ ڈالنے کی ایک کوشش سمجھیں گے۔ اس کے ماسوا ایک دوسرا بڑا مخالف عامل پاکستان کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی اور دَر آیا تھا۔ اور یہ وہ ہے جس کا کھلا اعتراف خود اس اسلامی محاذ نے منصورہ کا مذکورۂ بالا اجتماع سفراء بلا کر کر لیا۔ یعنی پاکستان کے معاملات میں مغرب اور بالخصوص امریکہ کا فیصلہ کُن عمل دخل۔ یہ ایک کھلا راز ہے کہ پاکستان کے ایک ابتدائی قدم نے اُسے ایسا امریکہ کی جھولی میں ڈال دیا تھا کہ کوئی حکومت وہاں امریکہ کی مرضی کے بغیر جب سے نہیں بنتی۔ اور نہیں چلتی۔ مثالیں اتنی ہیں اور آئے دن دہرائی جاتی ہیں کہ اس اشارہ سے وہ یکا یک ذہنوں میں آ جائیں گی۔ پس علی گڈھ اور قائدِ اعظم کے تصورِ اسلام والے لوگ اگر از خود یا کسی دباؤ سے کچھ نرمی بھی اس مسئلہ پر برتنا چاہیں تو مغرب انھیں اجازت نہیں دینے والا۔ اور یہ غریب کہاں سے مزاحمت کا حوصلہ لا سکتے ہیں جب امریکہ دشمنی کے نعروں پر الیکشن جیتنے والے بھی اس کوشش میں لگے نظر آئیں کہ ان کے نعرے بھلا دئے جائیں؟

یقین ہے کہ یہ نعرے بھلا دئے جانے کی کوشش محض ایک سیاسی مجبوری کے طور پر تھی نہ کہ دل سے۔ اور کسی کو اگر شبہ رہا ہو تو ابھی مارچ کے مہینہ میں کارٹونوں کے مسئلہ پر احتجاج کو ان حضرات نے کارٹونوں سے زیادہ امریکہ و یورپ کی سیاست کے خلاف فضا بنانے کے لئے جس زور شور سے استعمال کیا اس کے بعد کسی کا شبہ بھی قائم نہیں رہنا چاہئے، مگر یہ بات بہر حال طے ہو جاتی ہے اور اس کے ماننے سے مفر نہیں کہ پاکستان میں فی الحال (اور یہ ''فی الحال'' مختصر قسم کی چیز بظاہر نہیں) امریکہ اور یورپ کی رضا کے بغیر کوئی حکومت کا خواب دیکھے گا تو وہ خود کو دھوکہ دے گا۔ اور ان کی مرضی سے آ کر اسلام نافذ کرنے کا خواب دیکھنے والا اس سے بھی بڑھ کر دھوکہ کھانے کا شوقین ہوگا۔ پس ایک طرف باہر کی ان غیر مسلم طاقتوں کا نفوذ اور دوسری طرف پاکستان کی تاسیس میں پلایا ہوا لبرل اسلام، اِن دو اندرونی اور بیرونی مزاحم عوامل (مزید

برآن وڈیرے اور جاگیرداران) کے ہوتے ہوئے سیاست کی راہ سے اسلام کو سیاسی طاقت بنانے کی کوشش صرف اپنی قوتوں کا ضیاع ہی نہیں، اسلامی جد و جہد کے نام سے وابستہ اعلیٰ اصولی اور اخلاقی تصورات کو بھی لازماً مجروح کر کے رکھ دینے والا عمل ہے۔

دنیا میں رہ کر سیاست سے مفر یقیناً نہیں ہے، خاص کر جب کہ ملک کی سیاست انتخابی ہو۔ مضائقہ جو کچھ ہے وہ (مذکورہ قسم کی صورتِ حال میں) اسلام کو اس میدان میں لے کے آنے میں ہے۔ آخر کیوں ضروری ہے کہ ہم اسلامی نظام کا علم لیکر ہی سیاست میں آئیں؟ مگر نہیں، یہاں ہمیں متحدہ مجلسِ عمل کی اکائیوں میں سے جماعتِ اسلامی کو اس سوال سے باہر رکھنا ہوگا۔ وہ اسلام کی اس تعبیر پر ایمان رکھتی ہے جو اسے مولانا مودودی سے ملی۔ اور وہاں اس معاملہ میں شدت کا یہ عالم تھا کہ مصر کے کاروبارِ حکومت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی شرکت کو ہمارے مفسرین نے جو بغیر اس مفروضہ کے لے لیا کہ آپ نے سلطنت کے ہول سول اختیارات حاصل کر لئے تھے اس پر مولٰینا نے اِن مفسرین کے بارے میں جو تبصرہ اپنی تفسیر میں رقم فرمایا ہے اس پر یقین اس کے بغیر آنا مشکل ہے کہ بعینہٖ الفاظ نقل کر دئے جائیں۔ مولٰینا کے الفاظ یہ ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ اس مقام کی تفسیر میں دورِ انحطاط کے مسلمانوں نے کچھ اسی ذہنیت کا اظہار کیا ہے جو کبھی یہودیوں کی خصوصیت تھی۔ یہ یہودیوں کا حال تھا کہ جب وہ ذہنی و اخلاقی پستی میں مبتلا ہوئے تو پچھلی تاریخ میں جن جن بزرگوں کی سیرتیں ان کو بلندی پر چڑھنے کا سبق دیتی تھیں ان سب کو وہ نیچے گرا کر اپنے مرتبہ پر اتار لائے تا کہ اپنے لئے اور زیادہ نیچے گرنے کا بہانہ پیدا کریں۔۔۔(تفہیم القرآن حاشیہ آیت ۵۵۔ ۱۱واں اڈیشن ۱۹۷۸ء)

پس ٹھیک ہے جماعت کو تو عذر ہو سکتا ہے۔ مگر باقی لوگوں، خاص کر مجلسِ عمل کی سب سے بڑی اکائی جو جمعیۃ علمائے اسلام سے عبارت ہے، اس کے لئے کوئی دقت نظر نہیں آتی، وہ جن بزرگوں کی دینی تشریح کے ماننے والے ہیں وہ تو ایک زمانہ تک صد فی صد اسلامی حکومت کے سوا سیاست کا کوئی تصور نہ رکھنے اور اس کی راہ میں ہر بازی کھیلنے والوں میں سے ہونے کے باوجود جس دن اس نتیجہ پر پہنچے کہ فی الحال یا کم پر راضی ہو جانا ورنہ تن بہ تقدیر گوشہ میں بیٹھ جانا ہے اسی دن وہ شرحِ صدر کے ساتھ اس پر تیار ہوئے کہ ملک (ہند) میں ایسے نظامِ حکومت کی جد و جہد کریں جس میں اسلامی احکام اگر چہ نافذ نہ ہوں مگر مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور معاشرتی زندگی اسلام کے مطابق رکھنے، اسلام کا پیغام پھیلانے اور ان کاموں کے لئے ضروری ادارے قائم کرنے کی آزادی ہو۔ اور پھر یہ جد و جہد ان کی نگاہ میں ایسا فریضہ ٹھیری کہ گو وہ جانتے تھے مسلم لیگ کے اسلامی حکومت کے نعرہ کے مقابلہ میں وہ جیت نہیں پاویں گے اور بحیثیت علمائے دین کے جو وقار انھیں حاصل رہا ہے اس کو بھی وہ خطرہ میں ڈالیں گے، ہندو سے پیسے لینے کا ذلیل الزام بھی ان پر لگا۔ اور ہاں مولٰینا مودودی کا حکومتِ الٰہیہ کی جد و جہد والا فکر بھی انھیں چیلنج کرنے کو سامنے آ چکا تھا۔ مگر ان میں سے کسی بات کا خوف اور دباؤ ان کے پاؤں میں لغزش نہیں پیدا کر سکا۔ اور آج حالات بہ بانگِ دُہل شہادت دے رہے ہیں کہ یہ سوچ بالکل صحیح تھی۔ فکرِ مودودی کے جو وارثین بھارت میں رہ گئے تھے چالیس برس تک اسی فکر کا پرچار کرتے رہنے کے بعد عملاً اس حقیقت سے سمجھوتہ

کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ وہاں سیاست کی راہ سے اسلام کو غالب کرنے کی جد وجہد محض اُلٹا نتیجہ پیدا کرنے والا(Counter Productive) عمل ہے۔پس پاکستان میں بھی جب حالات کی زبان مسلسل پکار رہی ہے کہ دین کو سیاست میں لانے کے لئے وقت ساز گار نہیں تو بغیر اسلامی نظام کے نعرے کے سیاست میں حصہ لیجئے اور اس قدر ضرور لیجئے کہ دین مخالف عناصر کو بالکل بے مہار ہونے کا موقع نہ ملے، دینی عناصر سیاسی لحاظ سے بے دست و پا نہ پائے جائیں اور اپنے علاقوں میں خدمتِ خلق کے لئے کسی درجہ کا عمل داخل سیاست کے ایوان میں رہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور مصر کے کاروبارِ حکومت میں شرکت کی جو بات اوپر آ گئی اُسے غور سے دیکھا جائے تو وہ بھی بالکل صاف صاف بس ایک آنے والی قدرتی آفت اور خلقِ خدا کے بیچ میں کھڑے ہو جانے کا رول تھا جس کا موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مہیّا کیا جا رہا تھا۔اور اس میں یہ راز بھی تھا کہ خدمت کے اس فریضہ کی ادائیگی سے آپ کے لئے اپنے اُس کارِ نبوّت کی وسیع تر انجام دہی کی راہ اس دیارِ کفر میں کھلے گی جس کی ابتدا آپ نے جیل خانہ میں کر دی تھی۔اور پھر بات آگے بڑھ کر بچپن کے خواب (''اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَیۡتُہُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ '') کے حقیقت کے سانچہ میں ڈھل جانے تک پہنچے گی۔ فَصَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡم ۔شاہِ مصر کو اپنے ڈراؤنے خواب کی جو دل لگتی تعبیر صرف اپنے یہاں کے قیدی یوسفؑ سے ملی،اس نے اُس کے دل میں آپ کی وہ عظمت و منزلت قائم کی کہ کل تک جو قیدی کو تھا اس سے بلا کسی درمیانی مرحلہ کے کہا جاتا ہے''اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ''(تم آج سے ہمارے یہاں صاحبِ منزلت اور صاحبِ اعتماد ہو!) تو یہ محض تلافیٔ مافات نہیں تھی،شاہی خواب کے پس منظر میں یہ صاف طور پر بادشاہ کی (بادشاہانہ انداز میں) ایک درخواست بھی تھی کہ آنے والی قحط سالی کے مسئلہ سے نپٹنے کی ذمہ داری تم قبول کر لو! کیا اس پر اللہ کے نبی کو یہ جواب دے کر کہ ہاں ضرور،مگر پہلے گدّی خالی کر دو، بادشاہ کے اس نہایت قیمتی اعتماد اور قدر و منزلت کو تباہ کر دینا تھا (کہ اچھا ہم تو کوئی مردِ خدا رسیدہ سمجھے تھے پر آپ تو تخت و تاج کی تاک میں نکلے!) یا بے تأمل یہ پیشکش قبول کرتے ہوئے بس اس ذمہ داری کی ضرورت کے مطابق اپنے دائرۂ اختیار کی بات کرنا تھی؟

لاریب کہ اللہ کے نبی (علیہ الصلاۃ والسلام) کو یہ دوسری بات ہی زیبا تھی اور اسی مفہوم میں اس کو کہنا تھا کہ:اِجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ''ہرگز ہرگز بادشاہ کا کفر اس سے مانع نہیں تھا کہ خلقِ خدا کی ایک غیر معمولی آزمائش کو اپنی اہلیت کے بقدر ہلکا کرنے کا جو موقع اس سلطنت میں اس اعزاز و اعتماد کے ساتھ مل رہا ہے اسے قبول کریں۔مگر ہاں مولانا مودودی کی مجبوری ان کا وہ فہمِ دین تھا جس کی ترجمان ان کی کتاب'' قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' ہے۔اس فہم کی رو سے واقعی حضرت یوسفؑ کو پہلے اسلامی نظامِ حکومت کا اختیار مانگنا تھا پھر چاہے خدمت کا موقع رہتا نہ رہتا۔

☆......☆......☆

ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال

(آخری قسط)

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری

انٹرنیٹ کا استعمال:

دینی مقاصد کے لیے انٹرنیٹ کے استعمال میں ٹی وی کے مقابلے میں کم اشکال ہے۔ کیونکہ انٹرنیٹ کے لیے تصویر ضروری نہیں جبکہ ٹی وی کا بے تصویر، تصور نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اسلام کے معارف واشاعت، صحیح عقائد ونظریات کی ترویج اور باطل عقائد ونظریات کی تردید پر نیز فقہ وفتاویٰ کی سہولت کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال بلاشبہ درست ہے۔

تصویر کا حکم:

رہی یہ بات کہ علماءِ حق کے بیانات اور قرآن کریم کی تلاوت وتفسیر با تصویر لانا۔ یہ بہرحال قابل غور وتأمل ہے۔ کیونکہ ذی روح کی تصاویر کی حرمت کا مسئلہ بہت قدیم بھی ہے اور کم از کم ہندوپاک کے مستند علماء کا متفق علیہ بھی۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ لکھتے ہیں:

> ''تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بت تراشا جائے بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں۔ جن کے ذریعہ تصویریں تیار ہوتی ہیں خواہ وہ آلات قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلات جدیدہ فوٹوگرافی اور طباعت وغیرہ سے۔ کیونکہ آلات وذرائع کی تخصیص، ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی۔ احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے۔ اس لیے جیسے قلم ذریعہ تصویر کشی ہے، ایسے ہی طباعت اور آلات فوٹوگرافی ذریعہ تصویر سازی ہیں بلکہ بلاواسطہ آلہ کے تو کوئی تصویر بھی نہیں بنتی۔ کیا قلم آلہ نہیں ہے۔ پھر آلات کے احکام مختلف ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ اس بیان سے مسائل ذیل مستفاد ہوتے ہیں۔''

مسئلہ: جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے۔ ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے۔ (۲۳)

امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں:

> ''ہمارے اصحاب شوافع اور ان کے علاوہ دیگر علماء کہتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے، گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اس پر سخت وعید ہے جو کہ احادیث میں مذکور ہے۔ خواہ پامال تصویر بنائے یا غیر پامال۔ ہر حال میں تصویر بنانا حرام ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کی نقل اتارنا ہے اور خواہ وہ کپڑے میں ہو یا فرش میں، یا درہم میں، یا دینار یا پیسے یا برتن، یا دیوار وغیرہ میں۔ لیکن درختوں، اونٹ کے کجاوہ وغیرہ ایسی چیزوں کی تصویریں جو ذی روح نہیں۔ ان کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے۔ یہ تو تصویر بنانے کا حکم ہوا۔ رہا ان چیزوں کا استعمال جن میں ذی روح کی تصویر بنی ہو تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ دیوار پر معلق یا پہنے ہوئے کپڑے یا عمامہ وغیرہ

---

(۲۳) جواہر الفقہ ۲۲۳/۳

ایسی چیزوں میں ہو جو عادۃ ذلیل وحقیر نہیں سمجھی جاتیں تو ان کا استعمال حرام ہے اور اگر پامال فرش یا کسی گدے اور تکیہ وغیرہ میں ہو جو عادۃ ذلیل و پامال ہوتے ہیں تو حرام نہیں اور کیا اس قسم کی تصویریں بھی ملائکۂ رحمت کے گھر میں داخل ہونے سے مانع ہوتی ہیں؟ اس میں کلام ہے۔ ہم عنقریب ان شاء اللہ اسے ذکر کریں گے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ تصویریں مجسم ہوں۔ جن کا سایہ پڑتا ہے، یا مجسم نہ ہوں جن کا سایہ نہیں پڑتا۔ یہ ہے خلاصہ تصویر کے مسئلہ میں ہمارے مذہب کا اور اسی کے قائل ہیں جمہور علماء بھی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے لوگ اور یہی مذہب ہے سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا اور بعض سلف نے کہا ہے کہ صرف ان تصاویر سے روکا جائے گا جو سایہ دار ہوں اور ان تصویروں میں کوئی حرج نہیں، جن کا سایہ نہ ہو۔ یہ مذہب باطل ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جس مصور پردہ سے انکار کیا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کر سکتا کہ اس کا استعمال مذموم ہے۔ حالانکہ اس میں غیر سایہ والی تصویر تھی۔ علاوہ ازیں وہ دیگر احادیث جو ہر قسم کی تصاویر کے بارے میں مطلق ہیں۔ امام زہریؒ نے فرمایا تصویر کی ممانعت علی العموم ہے۔ اسی طرح ان چیزوں کا استعمال جس میں یہ تصویریں ہیں اور اس گھر میں داخل ہونا، جن میں یہ تصویریں ہوں۔ خواہ کپڑے پر نقش کی صورت میں یا پھر نقش کہ وہ خواہ دیوار پر ہوں یا کپڑے یا فرش پر، پامال ہوں یا غیر پامال۔ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے خاص طور سے نمرقہ (گدے) والی حدیث جسے امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے۔ یہ مذہب قوی ہے۔ کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ جو تصویریں کپڑے پر نقش کے طور پر ہوں وہ جائز ہیں، پامال ہوں یا غیر پامال۔ دیوار پر لٹکے ہوں یا نہ لٹکے ہوں۔ ان حضرات نے ان تصاویر کو ناپسند کیا جو سایہ دار ہوں یا دیوار یا اس کے مشابہ چیزوں پر بنی ہوں، خواہ نقش ہوں یا ان کے علاوہ ان حضرات نے بعض احادیث میں آئے ہوئے الفاظ **الا ماکان رقماً فی ثوب** سے استدلال کیا ہے۔ یہ قاسم بن محمد کا مذہب ہے اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ سایہ دار تصویریں بھی منع ہیں اور انہیں بدل دینا واجب ہے۔'' (۲۴)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''یہ احادیث، حیوان کی تصویر کی حرمت کے سلسلے میں صریح ہیں اور یہ کہ ایسا کرنا سخت حرام ہے یہی سارے علماء کا مذہب ہے۔'' (۲۵)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، امام نووی کی سابقہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ سایہ دار اور غیر سایہ دار، ہر ایک کے سلسلے میں حرمت کی تعمیم ہر دلالت کرنے والی وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو مدینہ جائے اور وہاں جا کر کسی بت کو توڑے بغیر اور کسی تصویر کو بگاڑے بغیر نہ چھوڑے؟

---

(۲۴) نووی علی المسلم ۔۲/۱۱۹ (۲۵) نووی علی المسلم ۔۲/۲۰۱، ۲۰۲

اوراسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ جودوبارہ اس طرح کی چیز بنائے‘اس نے اس دین کاانکار کیا جومحمد ﷺ پرنازل ہوا۔‘‘(۲۶)

علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

’’توضیح میں ہے ہمارے اصحاب اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور وہ کبائر میں سے ہے۔خواہ پامال تصاویر بنائے یا غیر پامال۔ ہرحال میں حرام ہے۔اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔ یہ تصاویر خواہ کپڑے میں ہوں یا فرش میں، دینار میں ہوں یا درہم وپیسے میں، برتن میں ہوں یا دیوار میں۔لیکن وہ تصاویر جن میں کسی جاندار کی تصویر نہ ہومثلاً درخت وغیرہ کی تصویرتو وہ حرام نہیں ہےاور یہ مسئلہ سایہ داراور بے سایہ دار ہرقسم کی تصاویر کاایک جیسا ہے۔اس کی قائل ہےعلماء کی ایک جماعت مالکؒ، ثوریؒ اورابوحنیفہؒ وغیرہ۔‘‘(۲۷)

مضحکہ خیزصورتِ حال:

ذی روح تصاویر کی حرمت کے بارے میں یہ عبارتیں بالکل واضح اور شافی وکافی ہیں۔ان حالات میں علماء کرام کے لیے کیاوجہ جواز ہے کہ وہ اپنی تصویریں کھنچوائیں،اخبارات کودیں،ٹی وی پر آئیں،انٹرنیٹ پر باتصویر پروگرام پیش کریں۔مگر آج جوصورتِ حال ہے‘وہ یہ ہے:

’’اخباروالے تصویر مانگتے ہیں تو بڑے سے بڑاعالم اپنی جیب سے تصویر نکال کراس کو دیتا ہےاورفتویٰ دیتا ہے کہ تصویرحرام ہے۔‘‘(۲۸)

’’تصویر کا مسئلہ حقیقت میں عجیب نازک مسئلہ ہوگیا ہے۔ بایں معنی کہ ہم اس میں مبتلا ہیں اور بہت کم لوگ ہیں جو چہرہ پر رومال ڈال لیا کریں یا مجلس چھوڑ کر چلے جائیں۔ایسا شاذونادر ہے اور دوسری طرف اگر فتویٰ پوچھا جائے تو ہم سب حرمت کی بات کہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر یہ جو دورخی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔اس سے خوداپنے ذہن پر بڑابوجھ پڑتا ہے۔کئی مواقع پرہمیں خاموش رہنا پڑتا ہےاور اپنے بزرگوں کوبھی دیکھا ہے کہ وہ خاموش رہ گئے،کبھی ایسا لگتا ہے کہ’سکوت عن الحق‘‘ کاجرم تو ہم نہیں کرتے،کبھی ضرورت کی مجبوری سامنے آتی ہے، بہت صفائی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذہن اس پر بہت پریشان رہتا ہے...... یہ میں ضرور چاہتا ہوں کہ ہم سب علماءاس پرغورکریں یعنی چند سوالات پر‘ کہ حرمت کالفظ‘ہمارے یہاں اس کے لیے ضروری شرائط کیاہیں،کس کوہم حرام کہہ سکتے ہیں،کس کومکروہ کہہ سکتے ہیں،کس کومکروہ تحریمی کہہ سکتے ہیں۔کس کوہم مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں۔دلائل کی قطعیت اپنے ثبوت

---

(۲۶) فتح الباری۔۱۰/۴۷۰ (۲۷) عمدۃ القاری۔۲۲/۷۰

(۲۸) انٹرنیٹ اورجدیدذرائع ابلاغ۔ص۲۰۰ تقریرمولاناسیدنظام الدین صاحب جنرل سیکرٹری آل انڈیامسلم پرسنل لابورڈ

کے اعتبار سے اور دلائل کی قطعیت اپنی دلالت کے اعتبار سے۔ آپ سب کو معلوم ہوگا کہ لفظ حرام کا استعمال ہم کو کہاں کرنا چاہیے اور کراہت کا کہاں اور کراہت تنزیہی کا کہاں اور اباحت کا کہاں، یہ جو احکام شرعی ہیں، اباحت پھر استحباب اور پھر سنت کا درجہ اور پھر فریضہ اور واجب کا درجہ اور اسی طرح حرمت اور اس کے بعد کراہت تحریمی اور اس کے بعد کراہت تنزیہی۔ یہ جو مختلف مدارج ہیں احکام کے۔ یقیناً ہمارے سب علماء کی نظر میں ضرور ہوں گے۔ اور وہ اس کو بھی جانتے ہوں گے کہ کس لفظ کا کہاں استعمال ہوگا......اس لیے علی الاطلاق نہ آپ جواز کی پوزیشن میں ہیں نہ علی الاطلاق بات حرمت کی کہنے کی پوزیشن میں ہیں' اس کو نوٹ کر لیجیے۔ یہ سب سوالات ابھر رہے ہیں۔ ان حالات میں مسئلہ تو تصویر کا ہے اور بہت نازک ہے اور یہ نزاکت مضحکہ خیز بنتی جا رہی ہے۔'' (۲۹)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دارالعلوم دیوبند سمیت تمام مدارس اسلامیہ کے مفتیان کرام ٹی وی کی حرمت اور اس کو اچھے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے عدم جواز پر مشتمل جو فتاویٰ دیتے ہیں وہ بیشتر علمائے کرام کی سرگرمیوں سے میل نہیں کھاتے۔ آج بہت کم علمائے دین ایسے ہیں جو فوٹوگرافی سے اپنا دامن بچا پاتے ہیں۔ مدارس عربیہ میں تصویر کشی اب وبائی شکل اختیار کر گئی ہے۔ ہر حلقے اور طبقے کے اجتماعات اور کانفرنسوں میں علی الاعلان فوٹوگرافی اور ویڈیوگرافی ہوتی ہے۔ بعض اجتماعات ٹی وی چینل پر دکھائے جاتے ہیں۔ ان اجتماعات میں ملک کے ممتاز علماء اور ارباب افتاء شرکت فرماتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ علمائے کرام عملی طور پر ٹی وی کے استعمال کو جائز سمجھنے لگے ہیں مگر ابھی نظریاتی طور پر متفق نہیں ہو سکے۔

بہت سے ایسے مسائل ہیں جن پر ہمارے علماء نے سکوتی اجماع کر لیا ہے۔ سکوتی رائے سے قبول کر لیا ہے۔ بس زبانی طور پر اسے قبول کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں تصویر کا مسئلہ بھی ہے کہ جہاں بہت سے علماء اگر ان سے پوچھیے کہ تصویر جائز ہے یا ناجائز تو فوراً کہیں گے ناجائز ہے لیکن جہاں تصویر کھینچی جا رہی ہوگی وہاں پر رہیں گے بھی اور بہت سی تصویریں ایسی نظر آئیں گی جن کو دیکھ کر آدمی کہہ سکتا ہے کہ باقاعدہ اسے کھنچوایا گیا ہے تو یہ دوہرا رویہ میرا خیال ہے ختم ہو جانا چاہیے۔

تصویر کے مسئلے میں مذکورہ حقائق' تلخ ضرور ہیں لیکن ان کے حقائق ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے علماء کرام کا وقار مجروح ہوتا ہے اور اس دوہرے معیار کی کوئی قابل قبول توجیہ نہیں پیش کی جا سکتی۔

سوال یہ ہے کہ یہ صورت حال آخر کب تک باقی رہے گی؟ یا تو تمام مدارس دینیہ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے اور تمام علماء کرام خواہ کسی سطح کے ہوں' ممنوع تصویر کشی سے باز آجائیں اور سختی کے ساتھ اس پر کاربند ہو جائیں۔ اسی طرح تمام جماعتیں اور دینی ادارے اسے روبہ عمل لائیں اور تصویر کشی و فوٹو کے متعلق جو فتاویٰ، کتب فتاویٰ میں موجود ہیں یا پوچھنے پر دیئے جاتے ہیں' انہیں کے مطابق ان کی ظاہری زندگی ہو۔ کیا یہ ممکن ہے؟ تمام اربابِ افتاء، علماء کرام اور مدارس کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

---

(۲۹) کتاب مذکور ص ۲۰۲ تقریر مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

حل کیا ہے؟

فوٹو کھینچنے اور کھنچوانے کے سلسلے میں خواص دین یعنی خود علماء کرام اور مدارس دینیہ کا جو ابتلاء عام ہے۔ اس کے حل کی ایک اور صورت بھی ہے۔ اس پر بھی غور کی ضرورت ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی کسی چیز کا ابتلاء عام بھی' اس پر از سر نو شرعی غور کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

جس زمانہ میں منی آرڈر سے روپے بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ مفتیانِ کرام کے درمیان اس کے جواز اور عدمِ جواز کی بحث چھڑ گئی تھی۔ اس طرح کے کئی سوال وجواب امداد الفتاویٰ میں جلد سوم ص ۱۴۲ تا ص ۱۴۶ پر موجود ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ابتداءً اسے ناجائز قرار دیا۔ اس میں عموم بلویٰ کو بھی تسلیم نہیں کیا اور یہ بھی لکھا:

''عموم بلویٰ طہارت ونجاسات میں مؤثر ہے نہ کہ حلت اور حرمت میں۔'' (۳۰)

لیکن دوسرے فتوے میں ابتلاء عام کو تسلیم کیا اور یوں لکھا:

''البتہ فیس کو اجرت، کتابت وروانگی فارم کی کہہ کر حرمت تفاضل کو رفع کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کراہت سفتجہ کے رفع کی کوئی وجہ خیال ہی نہیں آتی۔ گو ابتلاء عام کی وجہ سے دل ضرور چاہتا ہے کہ اس کی بھی کوئی وجہ نکل آوے اور اکثر غور بھی کیا جاتا ہے اور اس کا بھی انتظار رہتا ہے کہ کوئی دوسرے صاحب علم مطلع فرمادیں۔ حتیٰ کہ اگر یہ بھی نقل صحیح سے معلوم ہوجائے کہ سفتج کے جواز کی طرف ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام گئے ہیں تب بھی بہ ضرورت اس پر عمل کرنے کو جائز کہا جاوے گا۔'' (۳۱)

پھر تیسرے فتوے میں منی آرڈر کے جواز کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے۔ اس لیے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔'' (۳۲)

دوسری مثال لاؤڈ سپیکر کی ہے۔ اس کے آغاز میں بھی جائز وناجائز کی گفتگو شروع ہوئی تھی۔ چنانچہ اس ذیل میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ اپنے رسالہ ''آلۂ مکبر الصوت کے شرعی احکام'' کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا تھا جبکہ نہ آلۂ مکبر الصوت کے استعمال میں ابتلاء عام تھا اور نہ اس کی حقیقت کا پورا انکشاف ہوا تھا۔ اس میں اس آلہ کے نماز میں استعمال کی ممانعت کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ جو نماز اس کی مدد سے ادا کی جائے' وہ نماز فاسد ہے۔ اس وقت بھی بعض اکابر علماء نے فسادِ نماز کے حکم سے اختلاف کیا تھا۔ مگر حکم فساد میں ایک احتیاط کا پہلو تھا۔ اس لیے فوری طور پر اس معاملہ میں زیادہ بحث ونظر کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ اس کے بعد جب اس کا استعمال دنیا کی عام مساجد میں بالخصوص حرمین میں ہونے لگا اور حجاج وزائرین کو ابتلاء شدید پیش آیا تو اطرافِ عالم کے سوالات اور تقاضوں سے اس کی ضرورت شدید ہوتی چلی گئی کہ اس پر غور وفکر اور بحث ونظر کر کے اگر اصول فقہیہ کے ماتحت کوئی گنجائش نکلتی ہے تو عام مسلمانوں کی نمازوں کو فاسد کہنے کے بجائے رخصت وگنجائش سے کام لیا جائے۔

---

(۳۰) امداد الفتاویٰ۔۳/۱۴۳ (۳۱) کتاب مذکور۔ص ۱۴۵ (۳۲) کتاب مذکور۔ص ۱۴۶

چنانچہ استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ اور احقر ناکارہ نے مسئلہ کے ہر پہلو پر اپنی مقدرت وبصیرت کی حد تک دوبارہ غور کیا۔''

پھر آگے تحریر ہے کہ دوبارہ غور کا نتیجہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ادا کی گئی نمازوں کے عدم فساد کا تھا۔ان دونوں مثالوں سے درج ذیل باتیں واضح طور پر سامنے آئیں:

(۱) ابتلاء عام کے وقت کسی مسئلہ پر دوبارہ غور کر کے جواز کی راہ تلاش کرنا معیوب نہیں۔اکابر علماء سے ثابت ہے۔

(۲) اگر کسی معاملے میں مسلمانوں کے خواص وعوام سبھی مبتلا ہوں اور اس سے خلاصی کی صورت ممکن نظر نہ آتی ہو تو سب کو گنہگار قرار دینے کے بجائے قواعد فقہیہ کے ماتحت رخصت وگنجائش سے کام لینا چاہیے۔

(۳) اس سلسلے میں ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کے قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

تصویر کے معاملہ میں گنجائش کی صورت:

اب دیکھنا یہ ہے کہ تصویر کے معاملے میں گنجائش کی صورت کیا ہے۔

اس بحث کے آغاز میں تصویر کی دو قسمیں بیان کی گئی تھیں: (۱) مجسمہ (۲) غیر مجسمہ

مجسمہ یعنی سایہ دار (ذات ظل) اور غیر مجسمہ یعنی غیر سایہ دار وغیر ذات ظل۔

فوٹو خواہ کیمرہ سے لیا گیا ہو، ٹی وی یا انٹرنیٹ پر آئے، وہ سب غیر ذات ظل (غیر سایہ دار) میں داخل ہے اور غیر سایہ دار تصویر مالکیہ کے یہاں جائز ہے۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

''قول ثانی اور یہی مالکیہ اور بعض سلف کا مذہب ہے اور حنابلہ میں سے ابن احمدان نے اسی کی موافقت کی ہے۔وہ یہ کہ تصویر اس وقت تک حرام نہیں جب تک اس میں چند شرائط نہ جمع ہو جائیں۔پہلی شرط ہے کہ ایسے انسان یا حیوان کی تصویر ہو جس کا سایہ پڑتا ہے۔یعنی جسم رکھنے والی مورتی ہو۔پس اگر مسطح ہو تو اس کا بنانا حرام نہیں ہے جیسے وہ تصویریں جو دیواروں یا ورق یا کپڑے پر منقوش ہوں لیکن مکروہ ہوگا۔'' (۳۳)

اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ہے:

''مالکیہ اور جن کا ان کے ساتھ ذکر کیا گیا، ان کا مذہب یہ ہے کہ مسطح تصاویر کا بنانا مطلقاً مع الکراہت نہیں لیکن اگر تصاویر پامال ہوں تو کراہت نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ ہوں گی اور کراہت اس وقت زائل ہو جائے گی جب کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہو جس کے بغیر زندگی باقی نہیں رہتی۔'' (۳۴)

امام نوویؒ شارح مسلم لکھتے ہیں:

''بعض سلف نے کہا ہے کہ تصاویر سے اس وقت منع کیا جائے گا جب سایہ دار ہوں، بے سایہ کی تصاویر میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ مذہب باطل ہے۔'' (۳۵)

---

(۳۳) الموسوعۃ الفقہیہ۔۱۲/۱۰۱ تصویر (۳۴) کتاب مذکور۔۱۲/۱۰۷ (۳۵) نووی علی المسلم۔۲/۱۹۹

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ وہ تصاویر جائز ہیں جو کپڑے میں نقش کی صورت میں ہوں۔خواہ پامال ہوں یا غیر پامال، دیوار میں لٹکی ہوئی ہوں یا نہ لٹکی ہوئی ہوں اوران تصاویر کو ناپسند کیا ہے جو سایہ دار ہوں یا دیواروں میں بنی ہوئی ہوں یا ان کے مشابہ ہوں' خواہ نقش ہوں یا ان کے علاوہ۔ ان حضرات نے اس سلسلہ میں تصویر کے باب میں وارد بعض احادیث کے الفاظ الارقمافی ثوب سے استدلال کیا ہے۔ یہ مذہب قاسمؒ بن محمد کا ہے۔''(۳۶)

اس سے معلوم ہو کہ امام نوویؒ نے سابقہ عبارت میں جس مذہب کو باطل قرار دیا ہے' وہ مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک فقیہ قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ کا مذہب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ، قاسم بن محمدؒ کے مذہب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اور امام نوویؒ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اس مذہب کو ابن ابی شیبہؒ نے قاسم بن محمدؒ سے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں۔ابن عون سے مروی ہے کہ میں قاسم کے یہاں آیا' وہ اس وقت اپنے مکہ کے بالائی علاقہ والے گھر میں تھے۔میں نے ان کے گھر میں ایک پردہ دیکھا' جس میں قندس اور عنقاء کی تصویریں تھیں۔ پس امام نوویؒ کا، قاسم بن محمدؒ کے مذہب کو باطل کہنا قابل اشکال ہے......اور قاسم بن محمدؒ فقہائے مدینہ میں سے ایک ہیں اور اپنے زمانہ کے افضل افراد میں ہیں۔انہوں نے ہی نمرقہ والی حدیث روایت کی ہے۔لہٰذا اگر وہ مصور پردہ جیسی چیزوں کی رخصت نہ سمجھتے تو اس پردہ کے استعمال کی اجازت نہ دیتے۔''(۳۷)

حضرت قاسم بن محمدؒ کے مذہب کی تائید' صحابی رسول حضرت زید بن خالد جہنیؓ کے عمل سے بھی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری ومسلم کی روایت میں ہے:

''بسر بن سعید' زید بن خالد سے وہ حضرت ابوطلحہ صحابی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہوتی ہے۔ بسر کہتے ہیں کہ پھر جب زید بیمار ہوئے تو ہم ان کی عیادت کو گئے تو دیکھا کہ ان کے دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہوا ہے جس میں تصویریں ہیں' میں نے عبیداللہ' جو کہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پروردہ تھے(اور اس وقت میرے ساتھ تھے) سے کہا کہ کیا زید نے ہمیں پہلے ان تصویروں کے بارے میں حدیث نہیں بیان کی تھی؟ عبیداللہ نے جواب دیا: ''کیا تم نے ان کی روایت کا وہ جملہ نہیں سنا تھا الارقماً فی ثوب۔''(۳۸)

امام طحاویؒ نے مختلف سندوں سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر ایک آدمی کی تصویر تھی جو تلوار لٹکائے ہوئے تھا۔حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ قائد جنگ فارس کی انگوٹھی پر ایک بارہ سنگھے کی تصویر تھی جس کے

---

(۳۶) نووی المسلم۔۸۹۹/۲ (۳۷) فتح الباری۔۴۷۵/۱۰ (۳۸) صحیح بخاری۔۸۸۱/۲،مسلم۔۲۰۰/۲،نسائی۔۲۹۹/۲

اگلے دستوں میں سے ایک مڑا ہوا تھا، دوسرا کھلا ہوا تھا۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر دوسارس کی تصویر تھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر دو شہد کی مکھیوں کی تصویر تھی۔

انہیں آثار ودلائل سے اکثر علمائے عرب بھی متاثر ہیں۔وہ غیر سایہ دار تصاویر کے جواز کے قائل ہیں۔چنانچہ سید سابق نے فقہ السنۃ ۲/ ۵۸ پر اس قسم کی تصاویر مع فوٹو گرافی کو جائز لکھا ہے اور علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں:

''جہاں تک تصویر کشی 'فوٹو گرافی' کا تعلق ہے تو اصل میں اس میں اباحت ہے۔البتہ اگر تصویر کا موضوع ہی کوئی حرام شے ہو تو تصویر مباح نہ ہوگی۔مثلاً تصویر والے کی دین کے طرز پر تقدیس کرنا یا اس کی دنیوی تعظیم خاص طور سے اس وقت جب کہ وہ شخص کفار فساق میں سے ہو جیسے بت پرست کمیونسٹ اور دین بیزار فنکار۔''(۳۹)

فتح الباری ۱۰/ ۴۷۵، عمدۃ القاری ۲۲/ ۷۴ اور نووی شرح مسلم ۲/ ۱۱۹ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود امام مالکؒ کا وہی مسلک ہے جو جمہور کا ہے اور وہ بھی سایہ دار غیر سایہ دار ہر قسم کی تصاویر کی حرمت کے اسی طرح کے قائل ہیں جس طرح امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ لیکن مالکیہ اپنے امام کے خلاف غیر سایہ دار تصاویر کے جواز کی طرف گئے ہیں۔بہر حال مجموعی اعتبار سے یہ مذہب مرجوح ہے۔خواہ مالکیہ نے اختیار کیا ہو یا حضرت قاسم بن محمدؒ نے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں: ''لیکن اس سلسلے میں وارد ساری احادیث کے جمع کرنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ مذہب مرجوح ہے۔''(۴۰)

مذکورہ ساری تفصیلات کو نظر میں رکھتے ہوئے ارباب افتاء غور فرمائیں کہ تصویر کے موجودہ ابتلاء عام جس میں دین کے اخص الخواص افراد بھی مبتلا رہتے ہیں۔اس مذہب مرجوح کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اسی سے انٹرنیٹ پر علماء حق کے باتصویر بیان کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ٹی وی اور انٹرنیٹ کو دینی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی ضرورت کیوں ہے؟

ٹی وی پر مخرب اخلاق پروگرام کے علاوہ دین ومذہب کو خراب کرنے اور دین حق سے بدگمان کرنے والے، دین حق کے بارے میں شک وشبہ پیدا کرنے والے پروگرام چلاتے ہیں اور اسی قسم کی کیسٹس تیار کر کے عوام میں پھیلاتے ہیں۔اسلام کے تعارف کے کام پر کئی باطل فرقوں نے بھی یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔

ٹی وی سے زیادہ خراب صورت حال انٹرنیٹ کی ہے اس میں یہ چیزیں اور بھی زیادہ ہیں۔یہودی تنظیموں، عیسائی مشنریوں، فرقہ پرست ہندو تنظیموں اور قادیانیوں وغیرہ سبھی نے انٹرنیٹ میں اپنے اپنے پروگرام ڈال رکھے ہیں۔ان سب کا پہلا نشانہ اسلام، اسلامی عقائد اور مسلمان ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ ایسے ٹی وی چینل کھولے جائیں جن سے ان حملوں کا دفاع کیا جا سکے اور جس محاذ سے یہ حملے ہو رہے ہیں اسی محاذ سے دفاع کیا جائے اور اسلام کا مثبت پیغام دنیا تک پہنچایا جائے۔

''بقول بعض مفکرین مغربی ممالک نیز مسلم ممالک میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لیے اس قسم کے نظم ونظام کی کافی افادیت محسوس کی جا رہی ہے بلکہ اس کے مطالبے ہو رہے ہیں۔اس لیے کہ ریڈیو، ٹی وی وغیرہ سے سب کی دلچسپی گانے اور تماشوں کی وجہ سے ہی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے سلیم الفطرت لوگ اپنی

---

(۳۹) الموسوعۃ الفقہیہ۔۱۲/ ۱۰۹ بحوالہ معانی الآثار للطحاوی۔۴/ ۲۶۳ تا ۲۶۶ (۴۰) الحلال والحرام فی الاسلام۔ص ۱۱۳

ذہنی الجھنوں کا حل اور روحانی علاج بھی چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ ان ذرائع کے واسطہ سے نشر کی جانے والی اسلامی تعلیمات سے اسلام کی سچائی تک پہنچ سکتے ہیں اور پہنچتے ہیں۔‘‘ (۴۱)

اور انٹرنیٹ کے متعلق صورت حال یہ ہے کہ انٹرنیٹ میں جہاں ایک طرف علم و معلومات کا بے شمار خزانہ ہے تو دوسری طرف لغو، فحش، عریانیت اور غلاظت سے بھرپور مواد کی بھی کمی نہیں ہے۔ مغربی معاشرہ انٹرنیٹ کے ذریعے تیزی سے پھیلتے ہوئے ان اخلاقی جراثیم کو روکنے سے قاصر ہے اور اب یہی جراثیم ہمارے گھروں پر بھی دستک دے رہے ہیں۔ انٹرنیٹ کا استعمال اعلیٰ اخلاقی و سماجی اقدار کو قائم کرنے میں کس طرح مؤثر ہو تا کہ ہماری نوجوان نسل اخلاق باختگی کی شکار نہ ہوسکے۔ یہ آج کے دور کا سب سے بڑا چیلنج بن گیا ہے۔ ہمارے اہل نظر علماء اور دانشور حضرات کو اس امر پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ انٹرنیٹ، سائنس اور ٹیکنالوجی کی بالادستی اور ہمہ جہت اقتدار کے نتیجہ میں جو نظام وجود میں آچکا ہے۔ اس کی بنیاد میں کسی فوق الفطرت ہستی کی حاکمیت، روحانیت، خداپرستی اور للّٰہیت کے لیے کوئی گنجائش اور اعلیٰ اخلاقی و سماجی اقدار کے یقین کے لیے کوئی مسئلہ باقی ہے یا نہیں؟ اس امر کی یقین دہانی نہایت ضروری ہے کہ ہماری نوجوان نسل انٹرنیٹ کے مثبت پہلو سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے اور اس کے منفی پہلو سے حتی الامکان اپنے کو بچا کر رکھتے ہوئے ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں اہم رول ادا کر سکے۔‘‘ (۴۲)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے بھی علماء کرام کو اس جانب متوجہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

’’موجودہ دور میں اسلام دشمن طاقتوں نے جس طرح ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹیلی ویژن کو اسلام کے خلاف مکروہ اور شرانگیز پروپیگنڈے کا ذریعہ بنالیا ہے تو اس کے دفاع کے لیے ہمیں بھی اسلامی چینل قائم کرنے چاہئیں اور اسلام کا مثبت پیغام دنیا تک پہنچانا چاہیے۔ تاہم اس جانب اقدام کرنے سے پہلے مسئلہ کے تمام علمی و عملی پہلوؤں کا جائزہ لینا اور اجتماعی موقف اپنانا ضروری ہوگا۔‘‘ (۴۳)

---

(۴۱) فتح الباری۔ ۱۰/۴۷۴ (۴۲) انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ۔ ص ۲۷

(۴۳) انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ۔ ص ۲۲۔ ماہنامہ ندائے شاہی۔ مارچ ۲۰۰۴ء

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

2 جولائی 2006ء
اتوار بعد نماز مغرب

دفتر احرار 69/C
وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆ ہندو مسلم تہذیب و ثقافت میں کوئی فرق نہیں۔ (وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی)

۱۹۴۷ء اور ۲۰۰۶ء کی مسلم لیگ کی سوچ میں یہی فرق ہے۔

☆ نواز شریف اور بے نظیر میں ’میثاقِ جمہوریت طے پا گیا۔ (ایک خبر)

’’توریئے کے تیل کا تڑکا‘ چنے کی دال میں‘‘

☆ امریکہ نے پاکستان کی امداد کم کر دی۔ (دفتر خارجہ)

ہم نہ کہتے تھے کہ اُس کوچے میں نہ جانا‘ جاناں!

☆ گوانتاناموبے جیل میں ۳ قیدیوں کی خودکشی جنگی حربہ ہے۔ (امریکی کمانڈر)

خودکشی نہیں قتل......تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو!

☆ دیگر مذاہب کی کتابیں پڑھنے میں کوئی نقصان نہیں۔ (جاوید اشرف قاضی)

مگر اُس وقت جب اپنے مذہب پر پورا عبور حاصل ہو جائے۔

☆ ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی نے قربان علی شاہ کو شوگر ملوں کی منافع خوری پر بات کرنے سے روک دیا۔ (ایک خبر)

کہ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

☆ اخلاقی و مالی کرپشن میں ملوث کسی اہلکار کو برداشت نہیں کریں گے۔ (ڈی پی او ملتان)

باقی کیا بچے گا، ملک کیسے چلے گا؟

☆ اسلام کے چند ٹھیکیداروں نے عوام کو ثقافت سے دور کیا۔ (جاوید اشرف قاضی)

کفر کے ٹھیکیداروں نے عوام میں عریانی و فحاشی کو فروغ دیا۔

☆ انڈونیشیا میں زلزلے سے ہزاروں افراد ہلاک۔ (ایک خبر)

بنا بنا کے جو دنیا مٹائی جاتی ہے
ضرور کوئی کمی ہے کہ پائی جاتی ہے

☆ چودھریوں کے پاس صرف چودھری ہے۔ میرے پاس ۴۰ چور ہیں۔ (پیر پگاڑا)

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی!

مکتوب مولانا محمد عیسیٰ منصوری ''بہ سلسلہ اسلامی معاشرہ کو درپیش خطرات''

مکرمی و محترمی جناب سید محمد کفیل بخاری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔ دیگر ''نقیبِ ختم نبوت'' مئی کے شمارے میں بندہ کا مضمون 'اسلامی معاشرہ کو درپیش حقیقی خطرات'' کے عنوان سے چھپا تھا۔ بندہ نے بلاعنوان ہی ارسال کیا تھا۔ اس کو ہندو پاک اور لندن کے مختلف رسائل نے مختلف عنوانات سے چھاپا۔ ہمارے مولانا راشدی صاحب نے ''اسلامی تحریکات کا ہدف ریاست یا معاشرہ؟'' کے عنوان سے چھاپا۔ یہ عنوان میرے مدعا سے زیادہ قریب ہے۔ کئی دنوں سے بندہ کے دل و دماغ پر یہ سوال حاوی اور مستولی ہو گیا تھا اور شدید تقاضا تھا کہ اس موضوع پر اپنا نقطۂ نظر پیش کروں۔ بندہ نے آپ کو بھی ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ ضرورت ہے اس پر کھلے طور سے مباحثہ ہوتا کہ تمام پہلو، نقطۂ نظر اور دلائل سامنے آسکیں۔ بندہ کے افکار و خیالات صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی اگر ان کا خطا ہونا سامنے آجائے تو بندہ کو اپنی غلطی قبول کرنے سے کوئی عار نہیں ہوگا۔

بندہ نے اس مضمون میں درحقیقت عصر حاضر کی دو فکروں کو محور بنایا تھا۔ ایک بیسویں صدی کے نہایت قابل احترام مفکرین جناب سید قطب اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی فکر' جسے دنیا بھر میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں قبول عام حاصل ہوا ہے۔ خاص طور پر عرب دنیا میں تو اکثر خیر کے کاموں، دینی، دعوتی، تعمیری، مقامی کوششوں کے ڈانڈے اخوان سے جا ملتے ہیں لیکن حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا اصل مطلوب و مقصود والی فکر اخوان کے بانی حسن البناء کی نہیں سید قطب شہیدؒ کی یا اسی وجہ سے حسن البناء کے بعد آپ کے جانشین اور اخوان کے مرشد عام جناب شیخ اسماعیل مضیبی نے اس فکر پر سخت تنقید کی تھی۔ غالباً اس کا عنوان دعاۃ لاقضاۃ (ریاست نہیں معاشرہ) تھا۔ اسی طرح مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے باوجود یہ کہ آپ سید مودودی صاحب کے نہایت قدردانوں اور آپ کی خدمات، کام اور مقام کے معترف تھے ''عصرِ حاضر میں دین کی تعبیر و تشریح لکھ کر اس بات کا خدشہ ظاہر کیا تھا۔ اس فکر سے کہیں دین کی گاڑی اس پٹڑی سے نہ اتر جائے جس پر رسول اللہ ﷺ ڈال کر گئے تھے (بندہ کے سامنے اس وقت اصل کتاب نہیں اس لیے الفاظ کے بجائے مفہوم لکھا ہے) دوسرے نظریہ ریاست (پاکستان) کی فکر۔ ایک حلقہ کی طرف سے اسے اس طرح دین کا مطلوب و مقصود بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ قائداعظم کے اقوال کے سامنے ائمہ اربعہ محدثین حتیٰ کہ صحابہؓ سمیت کسی شخصیت کی بات خاطر میں نہیں لاتے۔ بندہ کے مخاطب یہی دو نظریات اور طبقے تھے۔

بندہ نے اس خدشہ کے پیش نظر بادلِ ناخواستہ ان حضرات (سید قطب، مولانا مودودی، قائداعظم اور علامہ

اقبال کا نام بھی تحریر کر دیا تھا۔ بعد میں مجھے بار ہا خیال بھی آیا کہ مجھے نام کی تصریح کے بغیر محض فکر پر قلم اٹھانا چاہتے تھے۔ نام کی تصریح ایک طرح کی بدتہذیبی اور ذاتیات پر بات کرنا ہے۔ مگر میرا خدشہ درست ثابت ہوا۔ ہم میں کچھ لوگ نہ صرف اسلام کے ٹھیکیدار بلکہ فہمِ اسلام کے بھی اجارہ دار بنے ہوئے ہیں۔ اگر ان کی فکر ورائے راسخ کے خلاف کوئی فکر یا رائے سامنے آئے تو اس وقت تک انہیں چین نہیں آتا جب تک اس شخص کو پوری طرح جہنم رسید نہ کر دیں۔ چنانچہ جون کے ''نقیبِ ختم نبوت'' میں جناب مہدی معاویہ صاحب نے یہی کچھ کیا۔ موصوف کو بندہ کے مضمون میں انکارِ حدیث، انکارِ جہاد اور قرآن وحدیث کی نصوص اور اجماع امت کا کھلا انکار نظر آ گیا۔ ظاہر ہے ایسا شخص جو منکرِ حدیث، منکرِ جہاد اور قرآن وحدیث اور اجماع امت کا کھلا منکر ہو اسلام کے دائرے میں کیسے رہ سکتا ہے؟

بندہ نے اپنے مضمون میں دو باتوں پر زور دیا تھا:

(۱) معاشرہ کی تعمیر ریاست کے قیام پر مقدم ہے۔

(۲) قرآن وحدیث میں ریاست کے قیام کا کہیں واضح حکم نہیں۔

اب موصوف کو چاہیے تھا کہ وہ قرآن وحدیث سے دونوں باتوں یعنی معاشرہ کی تعمیر پر قیامِ ریاست یا خلافت کی برتری وترجیح اور خود ریاست کے قیام کے مکلّف ہونے پر اور اس جہد کی فرضیت وجوب پر قرآن وحدیث سے واضح دوٹوک الفاظ عبارت النص سے نہ کہ اشارۃ النص سے نقل فرما دیتے۔ بات ختم ہو جاتی مگر مہدی معاویہ صاحب نے یہ کیا کہ کچھ آیات نقل کر دیں، جن میں کہیں بھی ریاست کے قیام کا واضح حکم نہیں۔ اور جو احادیث نقل کیں' ان میں زیادہ سے زیادہ فرد کو امام، خلیفہ، جماعت سے وابستہ رہنے اور انقیاد واتباع کا حکم ہے اور بعض اکابر کی عبارات درج کر دیں۔ اس موضوع پر ''الشریعہ'' میں خود مولانا راشدی صاحب کے قلم سے اس سے کہیں زیادہ بہتر اور اہم عبارات بار ہا شائع ہو چکی ہیں۔ خلافت تو ہر مومن کے دل کا زخم اور آرزو ہے۔ اس سے کوئی صاحبِ ایمان کیسے انکار کر سکتا ہے۔ یہاں مسئلہ اسٹیٹ وریاست کے محض اسلام کے مطلوب بھی ہونے کا نہیں ہے۔ یوں تو سینکڑوں ہزاروں چیزیں اسلام کا مطلوب کہی جا سکتی ہیں۔ مثلاً کوئی کہہ سکتا ہے اسلام کا مطلوب مسواک بھی ہے۔ اسلام کا مطلوب داڑھی بھی ہے۔ اسلام کا مطلوب ختنہ کرنا بھی ہے، اسلام کا مطلوب نظافت بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ اسلام اور قرآن کا بنیادی مقصد اور نصب العین کیا ہے؟ قرآن نے اکثر انبیاء کی دعوت **یا قوم اعبدواللّٰہ مالکم من الہ غیرہ** کے الفاظ سے نقل کی ہے۔ توحید اور عبادت دونوں سے اسلامی معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے۔ اسی بات کو قرآن نے سیکڑوں جگہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے عنوان سے ذکر کیا اور اسی کو انسانی پیدائش کا مقصد قرار دیا **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون**۔

مہدی معاویہ صاحب نے اسلامی حکومت یا خلافت کے لیے جن بزرگوں کی فہرست گنوائی ہے۔ ان میں سے

کسی نے اسلام کی نئی سیاسی تعبیر پیش نہیں کی تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی اسٹیٹ یا حکومت کے لیے کوشش انتہائی عظیم کارِخیر ہے اور اس کے لیے کوشاں شخص یقیناً اللہ کا مقرب بندہ اور اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ اس میں دو رائے نہیں ہوسکتی۔ بندہ کو اختلاف دین کی سیاسی تعبیر سے ہے نہ کہ خلافت یا اسٹیٹ کے لیے جدوجہد سے۔ بندہ سید قطب اور سید مودودی صاحبان کا دل سے قدردان اور انھیں اپنی اپنی نیتوں کے اعتبار سے اجر و ثواب کا مستحق سمجھتا ہے۔ کھلی حقیقت ہے کہ ان حضرات کی بدولت ہزارہا تعلیم یافتہ نوجوان کمیونسٹ ہونے سے بچ گئے اور مغربی تمدن سے متنفر ہوکر اسلام کے سب سے اعلیٰ نظامِ حیات کے قائل ہوئے۔ میرے مضمون میں زیرِ بحث مسئلہ صرف یہ ہے کہ موجودہ دور بلکہ ہر دور میں دین کی سربلندی کے لیے کوششوں کی ترجیحات کیا ہوں۔ غالباً کسی جگہ سیدنا حضرت حسنؓ کا مقولہ پڑھا تھا کہ اب اس امت میں کام علیٰ سبیل الدعایہ (دعوت) ہوگا۔ ہماری پوری تاریخ اس مقولہ پر شاہدِ عدل ہے۔ سیدنا حضرت حسینؓ سے لے کر آج تک اوپر سے (اقتدار) نظام کی تبدیلی کی جتنی کوششیں ہوئیں بالعموم نتیجہ خیز نہیں ہوسکیں چونکہ کوشش کرنے والے اکابر خدا کے خاص الخاص مقرب بندے اور تقویٰ و سیرت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس لیے وہ درجۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ جنت کے اعلیٰ مقامات کے حق دار بن گئے۔ مگر نظام میں تبدیلی نہیں آسکی لیکن دین کا جو کام نیچے سے (معاشرہ میں ایمان و عمل کی جدوجہد) سے شروع ہوا۔ بالعموم ہر دور میں نتیجہ خیز رہا۔ آج موجودہ صدی میں بھی جو دین کی چہل پہل اور چرچا ہے، وہ بھی زیادہ تر ایسی ہی کوششوں کا ثمرہ ہے جیسے حضرت مولانا محمد الیاسؒ، شیخ حسن البناؒ، مولانا مودودیؒ اور مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ ان سب حضرات نے دین کے بہت سے شعبوں میں کام کیا۔ یہ حضرات داعی الی اللہ تھے۔

ابتداً ان منکرین کا کام بھی معاشرہ کی تعمیر و اصلاح تھا۔ سید مودودی صاحب نے ۱۹۵۷ء میں اپنی جدوجہد کو معاشرہ کی تعمیر سے ریاست کی طرف موڑا تھا۔ چنانچہ حال ہی میں مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی دامت برکاتہم نے ارشاد احمد حقانی صاحب کے حوالے سے لکھا: ''بالآخر مولانا مودودی صاحب کو بھی احساس ہوگیا کہ وہ سراب کے پیچھے دوڑتے اور لوگوں کو دوڑاتے رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا نے اپنی جماعت کی شوریٰ میں اس مضمون کی ایک قرارداد پاس کرانی چاہی تھی کہ ہم پاکستان بننے کے بعد ایک غلط راستے پر چلتے رہے۔ اب ضرورت ہے کہ اپنی صحیح راہ پر واپس آجائیں مگر یہ وقت ۱۹۷۲ء کا تھا۔ مولانا کے قویٰ جواب دے رہے تھے۔ وہ امارت بھی چھوڑ چکے تھے۔ ۱۹۵۷ء کا ماچھی گوٹھ والا رول اب ادا نہیں کرسکتے تھے۔ رفقاء حامی نہ ہوئے اور وہ بے بس ہوکر رہ گئے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔

دوسرے موصوف (مہدی معاویہ) نے بندہ کی عبارت توڑ مروڑ کر مغالطہ دینے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ صرف ایک مثال ملاحظہ ہو: آپ نے بندہ کا ادھورا جملہ دوجگہ نقل کیا ہے۔ ''یہ تصور ہی ناقابلِ فہم اور گمراہ کن ہے۔'' اور موصوف

نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ بندے نے نا قابل فہم اور گمراہ کن خلافت یا اسلامی اسٹیٹ کے قیام کو کہا جبکہ بندہ نے یہ الفاظ دین کی تعبیر کے متعلق لکھے تھے۔ بندہ نے لکھا تھا:

''بعض اسلامی مفکرین نے اسلامی اسٹیٹ کے قیام کو قرآن اور اسلام کا نصب العین قرار دے کر پورے قرآن واسلام کو اس فکری محور کے گرد اس طرح گھمایا کہ اسلام کی ایک نئی تعبیر سامنے آئی۔ جسے بجا طور پر سیاسی تعبیر کیا جاسکتا ہے......اس نئے نصب العین کی خاطر ان مفکرین کو اسلام کی پوری ترتیب بدلنی پڑی یعنی عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات، سیاست کی ترتیب کو برعکس کر کے اوپر سے یعنی سیاست سے شروع کرنا پڑا (اس تعبیر کے لیے قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں دیکھ لیں کہ ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج تک کو ایک ٹریننگ کورس کی حیثیت دی گئی)۔''

غرض بندہ نے مذکورہ الفاظ اسلام کی جدید تعبیر کے لیے استعمال کیے تھے۔ موصوف کم از کم میرا پورا جملہ ہی نقل فرما دیتے تو کسی کو غلط فہمی نہ رہتی کہ یہ الفاظ خلافت کے لیے کہے گئے یا جدید تعبیر کے لیے۔ میرے الفاظ یہ ہیں:

''ہمارے نزدیک اسلام جیسے واضح نصب العین رکھنے والے مذہب کے متعلق یہ تصور ہی نا قابل فہم اور گمراہ کن ہے کہ اس کی حقیقت ومعانی یا نصب العین بیسویں صدی تک پردۂ اخفاء میں رہا۔''

مگر معلوم ہوتا ہے موصوف کا مقصد ہی مغالطہ دینا ہے۔ آخر میں موصوف نے بندہ کو اہل تبلیغ ودعوت، اہل خانقاہ، اہل جہاد، اہل سیاست کی قدردانی، مدد وتعاون پر لیکچر دے ڈالا۔ گویا بندہ کے مضمون میں ان سب ہی کا انکار کر دیا گیا ہے۔

مہدی معاویہ صاحب' سب سے زیادہ الرجک دعوت کے امپائر سے معلوم ہوتے ہیں۔ بندہ نے اپنے مضمون میں لکھا تھا:

''موجودہ حالات میں ہمارے پاس واحد راستہ یہی رہ جاتا ہے کہ قرآن واسلام نے پوری انسانیت کی بہبودی کا جو پیغام اور پروگرام دیا ہے' اس سے دنیائے انسانیت کو روشناس کرائیں اور خود عملی نمونہ بن کر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے دعوت کا امپائر قائم کر کے تمام انسانیت کو دنیا وآخرت کی سرخروئی وسرفرازی کی یقینی راہ کی طرف بلائیں۔''

پتا نہیں ان الفاظ سے موصوف کو کیا تکلیف پہنچی۔ یہ تو ہر مسلمان کا مشن ہے **قل ھذہٖ سبیلی ادعو الی اللّٰہ علی بصیرۃ .انا ومن التبعنی** موصوف کا حال یہ ہے کہ بندہ کے مندرجہ ذیل الفاظ:

''صدیوں سے ہمارے مذہبی طبقہ کا دائرہ کار عقائد، عبادات اور نیک بننے کی مشق رہ گیا ہے۔'' میں اور ''دعوت کے امپائر میں'' تضاد ثابت کر رہے ہیں۔

غرض پورا مضمون تعمیری تنقید کے بجائے طعن وتشنیع سے مملوء ہے۔ مثلاً ایک جگہ بندہ کے متعلق خفقانی طبیعت

کا حامل مغرب کے سامنے سپر انداز اور بوکھلایا ہوا ساتھ ہی سب سے خطرناک طبقہ میں شمار کیا ہے کیونکہ موصوف کے نزدیک بندہ مکہ و مدینہ کے بجائے لندن وواشنگٹن کی دعوت دے رہا ہے اور سیاست کی طرح مذہبی شعور کا منبع و مرکز بھی مغرب کو قرار دے رہا ہے۔ چنانچہ بندہ کی تحریر پر موصوف لغربۃ الاسلام کا فقرہ چسپاں فرماتے ہیں۔ یہی نہیں جناب مہدی معاویہ صاحب کے نزدیک بندہ کی بات ''جب بھی معاشرہ پر ایمان واسلام کا رنگ چڑھا تو خود بخود اسلامی سٹیٹ قائم ہوگئی'' اچھا خاصا بھول ہے حالانکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے۔ اگر معاشرہ کی اکثریت دینی احکامات پر چلنے والی ہو تو وہ اپنے جیسے ہی شخص کو منتخب کرے گی اور اگر معاشرے کی اکثریت فساق وفجور احکامات الٰہی سے بے پروا اور خواہشات وشہوات کی پجاری ہے تو وہ اپنے جیسے شخص کو منتخب کرے گی۔ اس میں بھول کی کیا بات ہے؟

بندہ کو اس مضمون پر بہت سی آراء ملی ہیں۔ آپ کے لیے مولانا یحییٰ نعمانی مدیر ''الفرقان'' لکھنؤ کی رائے ارسالِ خدمت ہے تاہم ابھی مجھے انتظار ہے۔ ان احباب اور دوستوں کے تبصرے، تنقید، تجزیئے اور دلائل کا جو اس مضمون کے اصل مخاطب ہیں۔

بندہ نے طے کیا تھا کہ مہدی معاویہ صاحب کے مضمون پر خاموشی اختیار کروں گا۔ میرے نزدیک یہی اس کا جواب تھا۔ ایسی تحریروں کا جواب دینا بندہ کی عادت نہیں مگر بعض احباب کا شدید اصرار کہ اس پر کچھ وضاحت ضرور کروں اور جلدی لکھوں۔ اس لیے عجلت میں قلم برداشتہ یہ سطور تحریر ہیں۔ آج دوبارہ مہدی معاویہ صاحب کا مضمون پڑھ کر کافی تکدر ہوا تھا۔ اس لیے اگر ان کی شان میں گستاخی ہوگئی ہو تو پیشگی معافی کا خواستگوار ہوں۔

مئی اور جون کا پہلا ہفتہ کافی مصروف گزرا۔ بنگلہ دیش، انڈیا اور ترکی کا سفر رہا۔ ترکی اور بنگلہ دیش میں دیگر علماء کے ساتھ مولانا سید سلمان الحسینی بھی ساتھ رہے۔ ترکی کے موجودہ حالات پر جلد ہی لکھ رہا ہوں۔ باقی احوال قابل شکر ہیں بندہ کی جانب سے حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی خدمت عالیہ میں سلام مسنون اور حاضر الوقت احباب کی خدمت میں سلام مسنون اور دعا کی استدعا۔

فقط والسلام

محتاجِ دعا

محمد عیسیٰ منصوری غفرلہٗ

لندن۔۲۰؍جون ۲۰۰۶ء

☆......☆......☆

ابوسفیان تائب

اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءُ

امام وخلیفۂ اوّل بلافصل، سیدنا ابوبکر صدیق سلام اللہ ورضوانہ

نام ونسب:

آپ کا نام مبارک عبداللہ، لقب صدیق اور عتیق، یہ دونوں لقب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائے۔ کنیت، ابوبکر۔ آپ کا نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ والد کا نام ابوقحافہ عثمان تھا جو کہ شرجائے مکہ میں سے تھے۔ آپ کی ولادت حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے دو برس کئی ماہ بعد ہوئی۔

قبل از اسلام:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل اشرافِ قریش میں ایک متمول تاجر کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی دیانت، راست بازی اور امانت کا خاص شہرہ تھا۔ اہلِ مکہ ان کو علم، تجربہ اور حسن خلق کے باعث نہایت معزز سمجھتے تھے۔ ایام جاہلیت میں خوں بہا کا مال آپ کے ہاں ہی جمع ہوتا تھا۔ اگر کبھی کسی دوسرے شخص کے یہاں جمع ہوتا تو قریش اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی اور کبھی بت پرستی نہیں کی۔ حضور پاک ﷺ کے ساتھ بچپن ہی سے فدائیانہ محبت رکھتے تھے اور آپ کے مخصوص حلقۂ احباب میں داخل تھے۔ اکثر تجارت کے سفر میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

بعد از اسلام:

ہادئ دوعالم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کو جب خلعتِ نبوت عطا ہوا تو مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور بغیر کسی تردد کے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہوتے ہی دینِ حنیف کی نشر واشاعت کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسلمہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ آپ ہی کی دعوت اور کوشش سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ وہ اکابر صحابہ ہیں جو آسمانِ رسالت کے درخشاں ستارے ہیں۔ اعلانیہ دعوت کے علاوہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مخفی رُوحانی اثر بھی سعید روحوں کو اسلام کی طرف مائل کرتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے صحنِ خانہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اور اس میں نہایت خشوع وخضوع سے عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نہایت رقیق القلب تھے۔ قرآنِ پاک کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ لوگ آپ کا گریہ وبکا دیکھ کر جمع ہو جاتے اور اس پُر اثر منظر سے نہایت متاثر ہوتے۔

یارِ غار:

جب تیرہ برس تک مسلسل مکہ کے کافروں کی طرف سے ہر قسم کے ظلم وستم اُٹھا کر سردارِ دوجہاں حضور ﷺ اور آپ

کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین امتحانِ خداوندی میں کامل ہو چکے اور علمِ الٰہی میں ان ظالموں کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تو وحی الٰہی میں آپ کو حکم ملا کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ اس سفرِ ہجرت میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے تمام جماعتِ صحابہ میں صرف حضرت ابوبکر صدیق کو ہی منتخب کیا۔ وہی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ اس سفر کی پہلی منزل غارِ ثور تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غار میں پہلے داخل ہو کر اس کو صاف کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ اور اپنے رفیق و مونس کے زانو پر سر مبارک رکھ کر مشغولِ استراحت ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد غار میں موجود ایک سوراخ میں سے ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا لیکن اس خادم جانثار نے اپنے آقا کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارا نہ کیا اور خود اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس سوراخ پر پاؤں رکھ دیا۔ سانپ نے کاٹ لیا۔ زہر اثر کرنے لگا۔ درد و کرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لیکن اس وفا شعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت تک نہ دی کہ اس سے خوابِ راحت میں خلل اندازی ہو گی۔ اتفاقاً آنسو کا ایک قطرہ ڈھلک کر حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر ٹپکا۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے مخلص غمگسار کو بے چین دیکھ کر فرمایا ابوبکر کیا ہے؟ عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت زخم پر اپنا لعابِ دہن لگایا۔ اس تریاق سے زہر کا اثر زائل ہو گیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

ہر قدم کا ساتھی:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوری زندگی سفر و حضر میں ایک وزیر و مشیر با تدبیر کی طرح حضور اقدس ﷺ ساتھ رہے۔ رسول پاک ﷺ کو انیس غزوات پیش آئے جن میں سب سے پہلا غزوۂ بدر اور سب سے آخر غزوۂ تبوک تھا۔ ان تمام غزوات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ رہے اور بڑی عظیم خدمات انجام دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر قدم پر حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ مکہ میں بھی ساتھ رہے۔ ہجرت میں بھی ساتھ رہے۔ غار میں بھی ساتھ رہے۔ اب مزار میں بھی ساتھ ہیں اور حوضِ کوثر پر بھی ساتھ ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم غار میں میرے ساتھ رہے اور حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھ رہو گے۔ (ترمذی شریف)

خلیفہ بلافصل:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں سب سے سابق و فائق تھے۔ زندگی میں آپ کے وزیر رہے اور آپ کے بعد جانشین ہوئے۔ خلیفۂ رسول کا مبارک خطاب آپ کے سوا کسی کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ آپ کے بعد آنے والے خلفاء امیر المؤمنین کہہ کر پکارے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا امام و خلیفۂ بلافصل اور رسول اقدس ﷺ کا جانشین ہونا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس جماعت میں ابوبکر موجود ہوں اس کے لیے زیبا نہیں کہ ابوبکر کے سوا کوئی دوسرا امامت کرے (ترمذی شریف)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے بہتر

ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ (بخاری شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میرا رہنا تم لوگوں کے درمیان کس قدر ہے لہذا اقتداء کرنا ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے (یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما)۔(ترمذی شریف)

اخلاق وعادات:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فطرتاً اخلاقِ حمیدہ سے متصف تھے ایامِ جاہلیت ہی میں عفت، پارسائی، رحم دلی، راست بازی اور دیانت داری ان کے مخصوص اوصاف تھے۔شراب نوشی، فسق وفجور اس زمانہ میں عام تھا۔تاہم آپ کا پاکیزہ دامن کبھی ان دھبوں سے داغدار نہیں ہوا۔فیاضی، مفلس و بے نوا کی دستگیری، قرابت داروں کا خیال، مہمان نوازی، مصیبت زدوں کی اعانت غرض اس قسم کے تمام محامد ومحاسن آپ میں پہلے سے موجود تھے۔شرفِ ایمانی نصیب ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی صحبت نے ان اوصاف کو اور بھی چمکا دیا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امارت، دنیا طلبی، جاہ پسندی سے قطعی نفرت تھی۔خلافت کا بارِگراں بھی محض امت مرحومہ کو اختلاف وانتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے اٹھا لیا تھا ورنہ دل سے اس ذمہ داری کے متمنی نہ تھے۔نہایت متواضع اور خاکسار تھے اور کسی کام سے ان کو عار نہ تھا۔اکثر بھیڑ بکریاں تک خود ہی چرا لیتے اور محلّہ والوں کی بکریاں دوھ دیتے ۔چنانچہ منصب خلافت کے لیے جب آپ کا انتخاب ہوا تو سب سے زیادہ محلّہ کی ایک لڑکی کو فکر لاحق ہوئی اور اس نے تاسف آمیز لہجے میں کہا: اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: خدا کی قسم میں بکریاں دوہوں گا امید ہے کہ خلافت مجھے مخلوق کی خدمت گزاری سے باز نہ رکھے گی۔

مرتدین کی سرکوبی:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے اور طرح طرح کی بغاوتیں رونما ہوئیں۔بعض مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے جن میں ایک مسیلمہ کذاب تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کے اخیر وقت میں سر اٹھایا اور آپ کو ایک خط بھی بھیجا تھا۔انہیں مدعیان نبوت میں اسود عنسی بھی تھا سجاح نامی ایک عورت بھی تھی۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سب مرتدوں اور نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے قتال کے لیے حکم قطعی نافذ کر دیا۔

ادھر ایک بات یہ بھی درپیش تھی کہ رسول اللہ ﷺ اپنی آخری وصیت میں حکم دے گئے تھے کہ اُسامہ کا لشکر شام کی طرف روانہ کر دیا جائے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کی روانگی کا بھی حکم دے دیا۔مگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس معاملہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مخالف تھے۔سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما بھی حالات کی نزاکت سے متاثر تھے۔ اور اس وقت لڑائی کو مصلحت نہ سمجھتے تھے۔یہ دیکھ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”اے عمر! تم جاہلیت میں تو بڑے تندخو تھے مگر اسلام میں ایسے نرم ہو گئے“ اور فرمایا کہ ”سنو! دین کامل ہو گیا، وحی بند ہو چکی، اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دین میں نقص آئے اور میں زندہ رہوں؟“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر میں تو سمجھ گیا کہ اللہ نے ان کا سینہ کھول دیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی گفتگو ہوئی۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی کی مخالفت کی کوئی پروانہ کی اور حکم دیا کہ میری

اونٹنی لاؤ میں خود قتال مرتدین کے لیے جاتا ہوں اور فرمایا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ابھی روانہ ہو! چنانچہ فی الفور وہ لشکر روانہ ہو گیا اور آپ اپنی اونٹنی پر بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی کہ یا خلیفۂ رسول اللہ ہمارا مقصد آپ کی حکم عدولی نہ تھی ہم نے جو کچھ کیا وہ بطور مشورے کے تھا ورنہ جو حکم آپ دیں گے اطاعت ہوگی۔ (تاریخ الخلفاء)

چنانچہ قتال مرتدین کے لیے بھی فوجیں روانہ ہوگئیں۔ جو فوج جس طرف جاتی اللہ کی مدد و نصرت سے فتح و کامیابی اس کے قدم چومتی۔ ہر طرف سے اسلامی افواج کی کامیابی کی خبریں آنے لگیں اور دین اسلام میں جو ایک مہلک وبا پھیلنے کو تھی ایک دم فنا ہوگئی اور ایک سال کے اندر ہی اندر جھوٹے مدعیان نبوت راہیٔ جہنم ہوئے اور تمام مرتدین کا قلع قمع کر دیا گیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر بھی بڑی بہادر فوجوں کو تہ و بالا کر کے بڑی کامیابی کے ساتھ واپس آ گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حکمت و بصیرت کے یہ نتائج دیکھ کر سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ یہ تو وہی معرکہ تھا جس کی پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمائی تھی۔ بقوم یحبھم ویحبونہ' یعنی یہ جماعت خدا کی محبوب اور محبّ جماعت تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس کارنامے کی ہر صحابی نے تعریف و توصیف کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرتدوں کے معاملہ میں اس مقام پر کھڑے ہوئے جو نبیوں کے کھڑے ہونے کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے شروع میں تو انکی کارروائی کو ناپسند کیا تھا مگر آخر میں ہم سب نے ان کی شکر گزاری کی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دین اسلام پر کیسا دعویٰ تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ دین پاک کے اکلوتے وارث وہی تھے۔

اقوال:

فرمایا: جو شخص اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر اس کو طلبِ دنیا کی فرصت نہیں ملتی۔ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! اللہ کے غضب سے ڈرو، اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔ ایک روز اپنے خطبہ میں فرمایا: وہ حسین کہاں گئے جن کے چہرے خوبصورت تھے، جن کو اپنی جوانی پر ناز تھا، وہ بادشاہ کہاں گئے جنہوں نے شہر آباد کئے تھے، قلعے بنائے تھے۔ وہ بہادر کہاں گئے جو میدانِ جنگ میں ہمیشہ غالب رہتے تھے۔ زمانہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور وہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے خبردار! کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے درجے کا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔ فرمایا کہ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا اور تونگری کو یقین میں پایا اور عزت کو تواضع میں پایا۔ فرمایا کہ سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت میں ہے اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ میں ہے۔ فرمایا کرتے تھے اے اللہ کے بندو! آپس میں قطع تعلق نہ کرو، بغض نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور بھائی بھائی ہو کے رہو جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ فرمایا اللہ کی قسم مجھے کبھی خلافت کی خواہش نہ تھی نہ میں نے کبھی اللہ سے اس کو طلب کیا نہ پوشیدہ نہ آشکارا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو برس تین ماہ نو دن تختِ خلافت پر متمکن رہ کر ۲۷ جمادی الثانی ۱۳ھ کو دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات کو تریسٹھ برس کی عمر میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں اسی روضۂ اقدس میں قیامت تک کے لیے جائے استراحت پائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

مسلم لیگ کی تاریخ کا ایک باب

علامہ اقبالؒ کا یہ مطالبہ کہ مسلم لیگ کو قوم کے سامنے معاشی پروگرام پیش کرنا چاہیے دراصل مجلس احرار اسلام کا ہی وہ بنیادی تقاضہ تھا جو مسلم لیگ کے ایوان میں صدا بصحرا ثابت ہوا اور خود مجلس احرار اور مسلم لیگ کے درمیان بھی ''**ھذا فراق بینی و بینک** '' ثابت ہوا۔ حالانکہ ۳۷۔۱۹۳۶ء کے انتخاب میں مسلمانوں کی یہ دو جماعتیں عارضی طور پر ایک دوسرے کے قریب آ گئی تھیں اور مجلس احرار اسلام نے مسٹر محمد علی جناح کی دعوت پر مسلم لیگ کے ساتھ مل کر انتخاب میں حصہ لینے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا۔ مسلم لیگ کے جاگیردار طبقے کی سازش سے یہ اتحاد قائم نہ رہا حتیٰ کہ خود مسٹر جناح نے احرار اکابر کو صاف صاف جواب دے دیا تھا کہ ''میں اپنے اس جاگیردار طبقے کو نہیں چھوڑ سکتا یہ جیسے بھی ہیں' میں نے انہیں ہی ساتھ لے کر چلنا ہے'' مسٹر جناح کا یہ جواب اکابر احرار کی اس بات کا جواب تھا کہ

> ''ہم آپ کے ساتھ تو چل سکتے ہیں لیکن آپ کے ان ساتھیوں کے ساتھ نہیں چل سکتے جن کی سوچ استحصالی سوچ ہے اور جو طبقہ اس معاشرے میں استحصالی سرگرمیوں کا مرکز و محور ہے۔''

(تفصیل کے لیے پڑھیے محمد رفیق اختر کی کتاب ''تحریک آزادی کا ایک اہم باب'' احرار اور مسلم لیگ'')

پاکستان کی تحریک کی مخالفت تو بہت بعد کی بات ہے۔ جسے احرار' مسلم لیگ نزاع میں بنیادی نہیں ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ استحصالی قوتوں کو ساتھ لے کر چلنے کے لیگی فیصلے نے احرار اور مسلم لیگ کے درمیان اتحاد کے تمام دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیئے۔ اسی استحصالی قوت کو ساتھ لے کر چلنے کی لیگی روش نے اسے بدنام زمانہ ''سکندر جناح پیکٹ'' پر مجبور کیا جس کے خلاف علامہ اقبال اور ان کے مخلص لیگی ساتھی ملک برکت علی بیرسٹر، پیر تاج دین، غلام رسول خان بیرسٹر، جنرل سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ خلیفہ شجاع الدین، ملک زمان مہدی اور عاشق حسین بٹالوی جائنٹ سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ ایک طویل جدوجہد کرتے رہے۔ علامہ اقبال کی واضح ہدایت کے مطابق مسلم لیگ ہائی کمان کی قابلِ اعتراض روش پر اسے تنقید کا نشانہ بناتے رہے۔ سکندر حیات کی عیارانہ چالوں سے اپنی ہائی کمان کو آگاہ کرتے رہے کہ کس طرح سکندر حیات ''سکندر جناح پیکٹ'' کا سہارا لے کر پنجاب مسلم لیگ کو تباہ و برباد کرنے پر تُلا ہوا ہے لیکن ان کی کوئی شنوائی نہ ہوئی، لیاقت علی خان اور محمد علی جناح تک نے اس جائز اور مبنی برحقیقت احتجاج کو مسترد کرتے ہوئے یونینسٹ پارٹی کی جاگیردارانہ قیادت کو پنجاب مسلم لیگ پر مسلط کر دیا۔ یہ ساری کہانی عاشق حسین بٹالوی کی معروف کتاب

''اقبال کے آخری دوسال'' میں موجود ہے جسے پڑھ کر احرار کے اس مؤقف کی تائید ہو جاتی ہے کہ مسلم لیگ کے جاگیر دارانہ ماحول میں متوسط اور غریب طبقے کے کارکن کی خواہ وہ کتنا ہی مخلص کیوں نہ ہو' کوئی جگہ نہیں۔ لیجئے اس کتاب کے چند اوراق آپ کے سامنے ہیں۔مسئلہ پنجاب مسلم لیگ کے مرکز کے ساتھ الحاق کا ہے جس میں مرکز نے پنجاب مسلم لیگ کے الحاق کو معطل کر رکھا ہے محض اس لیے کہ مرکز اپنی مرضی کی ایسی پنجاب مسلم لیگ آرگنائزنگ کمیٹی بنانا چاہتا ہے جس میں سکندر جناح پیکٹ کے تحت یونینسٹ پارٹی کے جاگیرداروں کی اکثریت ہو، جبکہ پنجاب مسلم لیگ کے متوسط طبقے کے مخلص کارکن علامہ اقبال کی قیادت میں اس کے خلاف ہیں۔ان کی درخواست مرکزی مسلم لیگ مسترد کر دیتی ہے جس کے بعد ملک برکت علی مسٹر جناح کے نام ایک خط لکھتے ہیں' ذرا پڑھیے۔

''ڈیر مسٹر جناح!

مسٹر غلام رسول خان بیرسٹر ایٹ لاء نے ابھی ابھی مجھے وہ خط دکھایا ہے جو انہیں آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی دفتر سے موصول ہوا ہے اس خط میں اس کمیٹی کی رپورٹ کے اقتباس بھی درج ہیں۔ جو الحاق کی درخواستوں کا فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کی گئی تھیں۔اس اقتباس میں وہ وجوہ بیان کی گئیں ہیں جن کی بنا پر مذکورہ سب کمیٹی نے پنجاب پروانشل مسلم لیگ کا الحاق کرنے سے انکار کر دیا ہے۔سب کمیٹی نے ہمارے دستور کی دوشقوں پر اعتراض کیا ہے اوّل یہ کہ پنجاب مسلم لیگ کسی دوسری مسلم ایسوسی ایشن کا الحاق بھی اپنے ساتھ کر سکتی ہے۔دوم یہ کہ پنجاب مسلم لیگ کی رکنیت براہ راست بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ دونوں شقیں چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور کے منافی قرار دی گئیں ہیں اس لیے میری گزارش ہے کہ ان میں نہایت آسانی کے ساتھ ترمیم و تنسیخ کی جاسکتی ہے تاکہ ہمارا آئین جزواً وکلاً ان اصولوں پر مرتب ہو جائے' جن پر آل انڈیا مسلم لیگ کا دستور وضع کیا گیا ہے۔مسٹر غلام رسول نے بہت جلد پنجاب پروانشل مسلم لیگ کا اجلاس منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے تاکہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے دونوں اعتراضوں کو رفع کر کے نئی درخواست بھیج دی جائے۔

آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں نہایت ادب سے عرض کروں کہ ان دو معمولی فروگزاشتوں کی آڑ لے کر ہمارے الحاق کی درخواست کو مسترد کر دینا کسی طرح بھی جائز قرار نہیں دیا جاسکتا، ہماری صوبائی لیگ آل انڈیا مسلم لیگ کی باقاعدہ ملحقہ شاخ ہے اور اس کا یہ الحاق کوئی نیا نہیں بلکہ ۱۹۱۶ء سے چلا آرہا ہے۔ایسی پرانی شاخ کے لیے صرف یہی کافی تھا کہ اسے مذکورہ بالا قابل اعتراض شقوں کو رفع کرنے کی ہدایت کر دی جاتی نہ یہ کہ محض ایک اصطلاحی عذر کی بنا پر الحاق ہی سے انکار کر دیا جاتا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ الحاق اس شرط پر منظور کر لیا جاتا کہ ہم دونوں شقیں رفع کر کے اپنے آئین کو درست کر دیں۔

ہمیں اور لیگ کے تمام کارکنوں کو سب سے زیادہ تکلیف جس بات سے ہوئی وہ یہ ہے کہ یونینسٹ پارٹی کے لوگ کئی روز سے شور مچا رہے تھے کہ ہماری لیگ کا الحاق نہیں ہوگا۔ آخر کار ان کی بات درست نکلی اور آل انڈیا مسلم لیگ نے وہی کیا جو یونینسٹ پارٹی چاہتی تھی۔ ہم نہایت اخلاص اور وفاداری کے ساتھ گزشتہ بائیس سال سے آل انڈیا مسلم لیگ کی خدمت کر رہے ہیں ہمیں یہ دیکھ کر انتہائی دکھ ہوا کہ ہمارے ساتھ ناروا سلوک صرف اس لیے کیا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کو مطمئن کیا جائے جو آل انڈیا مسلم لیگ کے بد ترین دشمن ہیں اور آج بھی اس صوبے میں مسلم لیگ کی جڑیں کاٹنے میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں۔ ہم نے مخالفت کے بدترین طوفان کے باوجود لیگ کی خدمت سے کبھی منہ نہیں موڑا اور یہ سب کچھ کسی شخص کو خوش یا ناراض کرنے کے لیے نہیں کیا بلکہ ہمارے پیش نظر صرف قومی خدمت کا نصب العین تھا۔ الحمدللہ آج ہم فخر وانبساط سے اپنی شبانہ روز محنت کے نتائج دیکھ رہے ہیں کہ سارا پنجاب یونینسٹ پارٹی سے متنفر اور مسلم لیگ کا حامی و مددگار ہے۔ اگر گزشتہ انتخاب میں لیگ کے زیادہ نمائندے اسمبلی میں منتخب نہیں ہو سکے تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ شہری اور دیہاتی حلقوں کو نہایت ہوشیاری بلکہ مکاری سے ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا گیا۔ تاہم ان رکاوٹوں کے باوجود میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج رائے عامہ ہمارے ساتھ ہے اور ان شاء اللہ عام انتخاب میں یونینسٹ پارٹی کو ختم کر کے رکھ دیا جائے گا۔

ہم محسوس کر رہے ہیں کہ آپ کو ابھی تک اُمید ہے کہ یونینسٹ پارٹی کا لیڈر آپ کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ ہم ہر ممکن طریقے سے آپ پر یہ حقیقت واضح کر چکے ہیں کہ سر سکندر حیات کبھی پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی نہیں بنائیں گے۔ ان کی چال صرف یہ ہے کہ ایک طرف تو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل میں کسی نہ کسی طرح اپنا اثر و رسوخ قائم رکھیں اور دوسری طرف پنجاب میں مسلم لیگ کا سر کچلتے رہیں۔ ستم ہے کہ ہمارے پیہم انتباہ کے باوجود وہ آپ کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور اب تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کھیل میں گویا ہم لوگوں کو قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔ ہم ہرگز ہرگز اپنے آپ کو قربانی کے بکرا کی حیثیت دینا گوارہ نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم تو اس بات پر آمادہ ہیں کہ پنجاب مسلم لیگ کو توڑ کر یہ اعلان کر دیں کہ ہماری جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کی باضابطہ شاخ نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو ہم ابھی اس قسم کا اعلان کرنے کو تیار ہیں۔ سر سکندر اور ان کے احباب بڑی خوشی سے لیگ کو سنبھال لیں۔ حاشا و کلا کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ الحاق کرنے والی سب کمیٹی کی مذکورہ بالا رپورٹ موصول ہونے کے بعد ہمارا پہلا ردِعمل یہی تھا کہ فوراً اپنی علیحدگی کا اعلان کر کے لیگ کو سکندر اور ان کے احباب کے حوالے کر دیں لیکن پھر سوچ کر یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے آپ کو اپنے خیالات وعزائم سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

اگر آپ کو اب ہماری چنداں ضرورت نہیں رہی تو ہمیں آپ سے قطعاً کوئی شکایت نہیں لیکن ہم یہ تو

ہرگز برداشت نہیں کر سکتے کہ ہماری اس لیگ کا الحاق منسوخ کر دیا جائے جو گزشتہ ربع صدی سے آل انڈیا مسلم لیگ کی ایک ملحقہ شاخ چلی آ رہی ہے، اور جس کے ممبروں میں ڈاکٹر سر اقبال ایسے عظیم المرتبت اور ہندوستان گیر شہرت آدمی کا نام نامی بھی موجود ہے۔

سب کمیٹی کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ علاوہ ''دیگر امور کے پنجاب مسلم لیگ کا آئین آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کے خلاف ہے'' یہ الفاظ بھی علاوہ دیگر امور کے ہمارے لیے بالکل نا قابل فہم ہیں۔

میں اس موقع پر خاموش رہنا بزدلی سمجھتا ہوں۔ کونسل کے ممبروں کی جو فہرست ہم نے بھیجی تھی اسے نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو لیگ میں نامزد کیا گیا ہے جو ہر اعتبار سے لیگ کے بدترین دشمن ہیں اور جو آج بھی لیگ کے پروگرام اور اصولوں کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ خوش ہیں کہ معاہدہ کی بنیادی شرائط پوری کیے بغیر بھی اسمبلی میں پارلیمنٹری پارٹی قائم کیے بغیر انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ہو گئی ہے۔ یقین کیجئے گا کہ آپ ان لوگوں پر اعتماد کر رہے ہیں جو اعتماد کے قابل نہیں۔ ہمیں آپ کی رائے پر کوئی اختیار نہیں آپ بڑی خوشی سے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن خدارا ہمیں قربانی کا بکرا نہ بنائیے۔ ازراہِ کرم مجھے مطلع فرمائیے گا کہ ہماری موجودہ پوزیشن کیا ہے۔ ہماری لیگ کے الحاق کی درخواست کا استرداد کوئی معمولی واقعہ نہیں کہ ہم خاموشی سے اس ذلت کو برداشت کر لیں۔ ہمارا حق ہے کہ اپنا سینہ چیر کر آپ کو دکھائیں تا کہ آپ ہمارے حقیقی جذبات سے آگاہ ہو سکیں۔ براہِ کرم میرے تلخ اور نا ملائم الفاظ کو معاف کر دیجئے گا۔ ہمارے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے وہ اس قدر تکلیف دہ ہے کہ معمولی صبر وضبط سے کام نہیں لیا جا سکتا۔

آپ کا مخلص

برکت علی

''غلام رسول خان نے ۱۲؍اپریل کو پنجاب مسلم لیگ کا اجلاس طلب کر کے سب کمیٹی کے دونوں اعتراض رفع کر دیئے اور اصلاح شدہ آئین کے مسودہ کے ساتھ الحاق کی نئی درخواست دہلی بھیج دی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس سارے ہنگامے کے دوران میں نواب ممدوٹ نے اپنی شکل تک ہمیں نہ دکھائی وہ پراونشل مسلم لیگ پنجاب کے صدر تھے اور ان کا فرض تھا کہ اس جدوجہد میں ہمارے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے۔ لیکن از بسکہ ہماری درخواست کو مسترد کرائے جانے میں سب سے بڑا دخل انہی کا تھا وہ اس موقعہ پر ہمارے قریب تک نہیں آئے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا خصوصی اجلاس ۱۸، ۱۹؍اپریل کلکتہ میں ہونے والا تھا۔ جب پنجاب پرونشل مسلم لیگ کا وجود ہی باقی نہیں رہا تھا تو آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسے میں شرکت کرنا بے معنی سی بات تھی لیکن چونکہ اس اجلاس میں شہید گنج کے مسئلہ کا فیصلہ ہونے والا تھا' اس لیے پنجاب بھر میں جوش وخروش پھیلا ہوا تھا اور بہت سے لوگ کلکتہ جانے کی

تیاریاں کررہے تھے۔ ہر ضلع سے مندوبین کی فہرستیں ہمارے دفتر میں پہنچ رہی تھیں اور لوگ بڑے اصرار سے ڈیلی گیٹ کے ٹکٹ طلب کررہے تھے۔ مجبوراً ان تمام لوگوں کو اطلاع دینا پڑی کہ لیگ کا الحاق چونکہ منظور نہیں ہوا اس لیے کوئی شخص ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے کلکتہ نہیں جاسکتا۔ اس خبر سے چاروں طرف مایوسی پھیل گئی۔

۱۴راپریل کو گیارہ بجے کے قریب غلام رسول خان اور ملک زمان مہدی میرے مکان پر آئے اور کہنے لگے کہ تیار ہو جاؤ آج شام کی گاڑی سے کلکتہ جانا ہے۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ فیصلہ کب ہوا کیونکہ شام تک تو کوئی ارادہ نہیں تھا۔ غلام رسول نے بتایا کہ آج صبح ڈاکٹر (اقبال) صاحب نے حکم دیا ہے کہ کلکتہ جا کر اپنی جنگ خود لڑو۔ یہاں گھر میں بیٹھ رہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

ہم اب ڈاکٹر صاحب ہی کی طرف جارہے ہیں تم بھی چلو۔ پہلے ہم ایک ضروری کام کے سلسلے میں روزنامہ ''احسان'' کے دفتر میں گئے اور وہاں سے ڈاکٹر صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ ملک برکت علی بھی وہاں موجود تھے ڈاکٹر صاحب آنکھیں بند کیے ہوئے پلنگ پر لیٹے تھے۔ غلام رسول خان نے عرض کیا کہ ہم لوگ شام کو کلکتہ جارہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ''ضرور جاؤ اور اپنے حق کے لیے آخر تک لڑو ہمارے ساتھ سخت ناانصافی ہوئی ہے''۔

ملک برکت علی نے کہا ''اگر ہماری نئی درخواست بھی منظور نہ ہوئی تو پھر کیا ہوگا۔''

ڈاکٹر صاحب کی طبیعت خراب تھی لیکن انہوں نے کسی قدر جوش سے فرمایا:

'' کچھ فکر نہیں درخواست منظور ہو یا نامنظور، جس اصول پر ہم نے اب تک کام کیا ہے آئندہ بھی جاری رہے گا۔''

جب ہم رخصت ہونے لگے تو فرمایا: ''کسی کی پروا نہ کرنا''

ملک برکت علی، خلیفہ شجاع الدین، غلام رسول خان، پیر تاج دین، ملک زمان مہدی خان اور راقم السطور ۱۴ر اپریل کی شام کلکتہ روانہ ہوئے۔ راجہ عبدالعزیز بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہماری لیگ کا الحاق نامنظور ہو جانے کے باوجود پنجاب سے بہت سے لوگ کلکتہ جارہے تھے۔ سہارن پور کے سٹیشن پر نواب اسماعیل خان بھی ہماری گاڑی میں سوار ہو گئے وہ بھی کلکتہ جارہے تھے۔ نواب صاحب الحاق کی درخواستوں کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کے صدر تھے۔ جب ان سے پنجاب کے بارے میں ہماری مفصّل گفتگو ہوئی تو انہیں تمام حالات سن کر سخت افسوس ہوا۔ غلام رسول خان کے پاس الحاق کی نئی درخواست موجود تھی۔ نواب صاحب نے اسی وقت اس پر بڑے زوردار الفاظ میں لکھ دیا کہ الحاق فوراً منظور ہو جانا چاہیے۔

۱۶راپریل کی صبح کو ہم کلکتہ پہنچے اور مسلم انسٹی ٹیوٹ کی بالائی منزل میں قیام پذیر ہوئے اسی روز دوپہر کو ایک بجے الحاق کی نئی درخواست جس پر نواب اسماعیل خان کی سفارش درج تھی ہم نے آل انڈیا مسلم لیگ کے دفتر پہنچا دی۔

۱۷راپریل کی صبح کو ساڑھے گیارہ بجے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہونے والا تھا۔ اس لیے ۱۶راپریل کی

شام کو ہم نے اکٹھے بیٹھ کر مشورہ کیا کہ اجلاس میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ ہمیں یقین تھا کہ ہماری درخواست پھر مسترد کر دی جائے گی۔ غلام رسول خان تخت یا تختہ کے قائل تھے آخر کسی قدر سوچ بچار کے بعد فیصلہ ہوا کہ اگر درخواست منظور نہ ہو تو راقم الحریر وہیں اجلاس میں کھڑے ہو کر بحث کا آغاز کرے اور اگر بحث طول کھینچ لے تو ملک برکت علی اور خلیفہ شجاع الدین مدد کریں۔

۱۷/اپریل کو وقت مقررہ پر کونسل کا جلسہ شروع ہوا۔ پیر تاج الدین اور راقم التحریر سٹیج کے عین سامنے بنچ پر بیٹھ گئے، باقی چاروں اصحاب پچھلی نشستوں پر تشریف فرما ہوئے۔ سر سکندر حیات تشریف نہیں لائے تھے لیکن ان کی پارٹی کے کم از کم ایک درجن ممبر ہال میں موجود تھے۔

نواب زادہ لیاقت علی خان نے گزشتہ اجلاس کی رپورٹ سنائی۔ پھر صوبائی لیگوں کے الحاق کی درخواستوں کا معاملہ زیر بحث آیا تو کئی ایسی لیگوں کی درخواستیں منظور کر لی گئیں جن کا وجود ہی محض کاغذی تھا۔ صوبہ سرحد کی بھی ایک نام نہاد لیگ کا الحاق منظور کیا گیا۔ حالانکہ خود آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نے اُس وقت تسلیم کیا کہ اس لیگ کا وجود صرف کاغذی ہے اور اس کا کوئی دستور بھی تا حال وضع نہیں کیا گیا لیکن جب پنجاب کی طرف سے الحاق کی نئی درخواست پیش ہوئی تو نواب زادہ لیاقت علی خان نے مخالفت کی اور کہا کہ یہ درخواست منظور نہیں کی جا سکتی۔ میں اس موقعہ کا منتظر بیٹھا تھا۔ میں نے اُسی وقت کھڑے ہو کر سوال کیا کہ ہماری درخواست کے نامنظور کیے جانے کی وجہ کیا ہے؟

نواب زادہ صاحب نے کسی قدر تحکمانہ انداز میں فرمایا:

''بیٹھ جاؤ!''

میں نے عرض کیا:

''میں کوئی سکول کا طالب علم نہیں ہوں اور نہ آپ سکول ماسٹر ہیں کہ مجھے یوں بیٹھ جانے کا حکم دیں۔''

اس پر وہ بگڑ کر بولے:

''کیا لاہور سے ہماری بے عزتی کرنے یہاں آئے ہو؟''

میں نے جواب دیا:

''میں آپ کی بے عزتی کرنے تو نہیں آیا لیکن اپنی بے عزتی کروانے بھی نہیں آیا۔''

میرے پاس الہ آباد کے بیرسٹر ظہور احمد بیٹھے تھے۔ وہ میرا کوٹ کھینچ کر کہنے لگے بیٹھ جاؤ لیکن خلیفہ شجاع الدین پیچھے بیٹھے کہہ رہے تھے: ''نہیں بولنے دو نہیں۔''

مسٹر جناح یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر پوچھا: ''چاہتے کیا ہو'' میں

نے عرض کیا پنجاب مسلم لیگ کا الحاق‘ انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی یہاں آ کر اپنا معاملہ پیش کرے۔ چنانچہ ملک برکت علی نے پلیٹ فارم پر جا کر تقریر شروع کر دی ان کی تقریر ختم ہوئی تو پورا ایوان ہمارا ہم خیال اور معاون بن گیا۔ لیکن مسٹر جناح نے چوبیس گھنٹے کی مہلت طلب کی اور فرمایا کہ سر سکندر حیات آج شام کی گاڑی سے کلکتہ آ رہے ہیں کل صبح اس بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ شام کو ہمیں پیغام ملا کہ دوسرے روز صبح آٹھ بجے مسٹر اصفہانی کے مکان پر جہاں مسٹر جناح مقیم تھے ہم حاضر ہوں تاکہ سر سکندر کی موجودگی میں معاملات طے کئے جائیں۔ سر سکندر کے ساتھ ان کے دونوں مسلمان وزیر اور تمام پارلیمنٹری سیکرٹری اور پرائیویٹ سیکرٹری آئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ نواب ممدوٹ بھی ان کے ہمرکاب تھے۔

مسٹر جناح نے فرمایا کہ پنجاب میں ایک نئی پراونشل مسلم لیگ قائم کی جائے گی جسے مرتب و منظم کرنے کے لیے ایک پینتیس آدمیوں کی آرگنائزنگ کمیٹی مقرر کی جاتی ہے اور اس عارضی کمیٹی سے دونوں فریقوں کو مساوی نمائندگی حاصل ہوگی۔

غلام رسول نے یہ پوچھنے کی کوشش کی کہ ہمارے الحاق کی درخواست کا کیا حشر ہوا۔ لیکن مسٹر جناح نے جواب دیا ”گڑے مردے اکھاڑنے کا کچھ فائدہ نہیں“ پھر انہوں نے ملک برکت علی سے کہا کہ آرگنائزنگ کمیٹی کے لیے اپنے آدمیوں کے نام کی ایک فہرست تیار کریں۔ ملک برکت علی نے ایک کاغذ پر اٹھارہ آدمیوں کے نام لکھ دیئے۔ یہ اجلاس کم و بیش دو گھنٹے جاری رہا اور بعض معاملات پر سر سکندر حیات سے ہماری تیز و تند گفتگو بھی ہوئی۔

اسی شام آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نے آرگنائزنگ کمیٹی کی مکمل اور باضابطہ فہرست ہمارے پاس بھیجی تو ہمیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اس میں ہماری پارٹی کے صرف دس آدمیوں کے نام تھے اور پچیس آدمی سر سکندر حیات کے تھے۔ غلام رسول خان غصے سے بے تاب ہو گئے‘ لیکن میں نے انہیں سمجھایا اب چاہے ہمارا ایک آدمی بھی شامل نہ کیا جائے کم از کم مجھے نہ تعجب ہوگا نہ افسوس‘ آرگنائزنگ کمیٹی مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل تھی۔ (۱) سر سکندر حیات (صدر)، (۲) نواب سر شاہنواز خان ممدوٹ (۳) خان بہادر سعادت علی خان یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۴) ملک خضر حیات ٹوانہ وزیر بلدیات (۵) میاں عبدالحئی وزیر تعلیم (۶) خان بہادر ملک احمد یار خان دولتانہ چیف پارلیمنٹری سیکرٹری (۷) سید افضال علی حسنی یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۸) خان بہادر مشتاق علی گورمانی پارلیمانی پرائیویٹ سیکرٹری (۹) پیر مقبول محمود پارلیمنٹری سیکرٹری (۱۰) سید احمد علی پارلیمنٹری پرائیویٹ سیکرٹری (۱۱) میاں غیاث الدین ایم ایل اے (مرکزی اسمبلی) (۱۲) نواب زادہ خورشید علی خان ممبر کونسل آف سٹیٹ (۱۳) نواب سر محمد حیات خان نون یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۱۴) راجہ فتح محمد خان یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۱۵) خان بہادر مظفر خان یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۱۶) خان بہادر نواب فضل علی یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۱۷) راجہ غضنفر علی خان پارلیمنٹری سیکرٹری (۱۸) کیپٹن سر شیر محمد خان ایم ایل اے (مرکزی اسمبلی) (۱۹) خان بہادر شیخ کرامت علی یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۲۰) چودھری محمد یٰسین یونینسٹ

پارٹی ایم ایل اے (۲۱) شیخ صادق حسن امرتسر (۲۲) مولانا غلام رسول مہر ایڈیٹر روزنامہ ''انقلاب'' لاہور (۲۳) خان بہادر غلام محی الدین قصوری یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۲۴) شیخ فیض محمد پارلیمنٹری سیکرٹری (۲۵) خان بہادر چودھری ریاست علی یونینسٹ پارٹی ایم ایل اے (۲۶) ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (۲۷) ملک زمان مہدی خان (۲۸) خلیفہ شجاع الدین (۲۹) غلام رسول خان (۳۰) ملک برکت علی (۳۱) پیر تاجدین (۳۲) مولانا غلام مرتضیٰ خان میکش ایڈیٹر روزنامہ ''احسان'' لاہور (۳۳) مولانا ظفر علی خان (۳۴) میاں عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لا (۳۵) عاشق حسین بٹالوی۔

اب کلکتہ میں مزید قیام بے سود تھا۔ چنانچہ ۱۹؍اپریل کی شام کو ہم واپس روانہ ہوئے۔ کلکتہ سے لاہور تک کا طویل سفر اور صبر آزما سفر اچھی خاصی کوفت میں کٹا۔ غلام رسول خان کے مزاج میں غصہ زیادہ تھا۔ وہ راستے میں بار بار کہتے تھے کہ اب پنجاب مسلم لیگ کو ختم سمجھو۔ کبھی کہتے افسوس ہماری دو سال کی محنت رائیگاں گئی۔ کبھی کہتے ہم لاہور جا کر ڈاکٹر (اقبال) صاحب کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ملک مہدی زمان کو بظاہر مسلم لیگ سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی وہ کہتے تھے کہ میں تو لاہور پہنچ کر سیدھا اپنے گاؤں چلا جاؤں گا۔ میری زمینداری کے بہت سے کام رکے پڑے ہیں۔ خلیفہ شجاع الدین اور ملک برکت علی غالباً سوچ رہے تھے کہ ہائی کورٹ کھلنے پر کون کون سی اپیلوں میں پیش ہونا پڑے گا۔ میں اس خیال میں خوش تھا کہ چلو ہر روز کی دانتا کلکل ختم ہوئی۔ اطمینان سے بیٹھ کر کچھ لکھنے پڑھنے کا کام کروں گا۔

۲۱؍اپریل کو صبح نو بجے لاہور پہنچے ابھی گاڑی پلیٹ فارم پر اچھی طرح رکنے بھی نہ پائی تھی کہ ہم نے اخبار فروش لڑکے کو چلاتے ہوئے سنا وہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا ''ڈاکٹر اقبال فوت ہوگئے''

اس خبر سے ہم پر ایک بجلی سی گر گئی اور تمام ساتھی دم بخود پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اسٹیشن سے باہر آ کر اپنے گھروں کو واپس جانے کی بجائے ہم سیدھا جاوید منزل گئے۔ اور اس شخص کے جسدِ خاکی کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو آخری مرتبہ روشن کیا جس کے ساتھ نیازمندوں نے علم و ادب نہضتِ ثانیہ اور ملک و ملت کی حیات تازہ کی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں''۔[۱]

میں نے تو دل جلایا کہ روشن ہوں بام و در　　افسوس شب گزیدہ رہا میرا آفتاب
رکھا تھا ہم نے خواہشوں کو سطح آب پر　　رنگِ غبار اڑ گیا تو رہ گئے حباب

یہ ہے مسلم لیگ کے اس مزاج کی داستان جو احرار اور مسلم لیگ مفاہمت کے راستے میں سب بڑی دیوار ہے۔ جس کو پھاند کر اندر داخل ہونا احرار کے لیے ناممکن تھا اور اب بھی ہے۔

---

(۱) کتاب ''اقبال کے آخری دو سال'' عاشق حسین بٹالوی۔ کراچی۔ صفحہ ۶۵۴ سے ۶۶۹ تک

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

کتاب: ختم نبوت کورس   مؤلف: بلال احمد خان

ضخامت: ۱۸۰ صفحات   ناشر: المیزان ناشران وتاجران کتاب' الکریم مارکیٹ لاہور

جناب بلال احمد خان' عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے ہوئے ہیں۔ وہ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید ہیں۔ مولانا مرحوم کی شدید خواہش تھی کہ سکول وکالج کے طلباء کو قادیانیت کے دجل وفریب سے آگاہ کرنے کے لیے ایک سادہ، عام فہم اور مختصر کتاب مرتب ہو جو نصاب کے طور پر انھیں پڑھائی جائے۔ جناب بلال احمد خان صاحب نے اپنے استاذِ مکرم کی اس خواہش کی نہایت احسن طریقے سے تکمیل کی ہے۔ اس کتاب سے عام آدمی بھی بآسانی استفادہ کر سکتے ہیں۔ پہلے حصے میں اسلام کے بنیادی عقائد، سیرت خاتم النبیین ﷺ، عقیدۂ ختم نبوت قرآن وحدیث سے، ختم نبوت اور انبیاء سابقین، ختم نبوت اور صحابہ، ختم نبوت اور اکابرِ امت، حضرت امام مہدی علیہ الرضوان، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، قرون اولیٰ اور موجودہ دور کے جھوٹے مدعیانِ نبوت، مرزا قادیانی کے حالات، گستاخیاں، جھوٹ، الہامات، مرزا کے فرشتے، دعاوی، پیش گوئیاں اور اُن کا انجام۔ تحریک تحفظ ختم نبوت اور اس سے متعلق جماعتیں اور چہل احادیث درج ہیں۔ دوسرے حصے میں ختم نبوت، امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، فتنہ قادیانیت کے عنوانات پر سوالاً جواباً معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ختم نبوت کورس ہمارے دینی مدارس اور سکول کالج کے طلباء کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اس کتاب کو بطور نصاب پڑھانے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ (تبصرہ: سید محمد کفیل بخاری)

کتاب: مقالات ختم نبوت   مرتب: مولانا محبوب احمد

ضخامت: ۲۶۲ صفحات قیمت: درج نہیں ہے ناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

مناظر اسلام مولانا منظور احمد چنیوٹی نے جو مضامین ومقالات ردّ قادیانیت پر مختلف اوقات میں تحریر فرمائے تھے۔ ان کے شاگردِ رشید مولانا محبوب احمد نے کتابی شکل میں یکجا کر کے قادیانیت کے دجل وفریب سے آگاہی حاصل کرنے کے متمنی حضرات کے لیے بیش بہا خزانہ مہیا کر دیا ہے۔ کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں شامل مضامین اس شخص کے ہیں' جس نے پچاس برس قادیانیت کے تعاقب ومحاسبہ میں صرف کیے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ کے علمی کمالات، مشاہدات، تجربات اور مناظرانہ معرکوں کا جوہر اس کتاب میں موجود ہے۔ (تبصرہ: محمد اسحاق ظفر)

نام کتاب: الشرح الثمیری   مصنف: مولانا ثمیر الدین قاسمی

ناشر: ختم نبوت اکیڈمی لندن   ملنے کا پتا: دارالکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔ ہر جلد تقریباً ۴۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا ثمیر الدین دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اعزازیہ بھاگلپور میں حاصل کی۔ مختلف اوقات میں ماہرین علوم وفنون سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ۱۹۷۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ مختلف فنون و علوم کی کتب کے مصنف بھی ہیں جن کی تعداد تقریباً اٹھارہ تک جا پہنچتی ہے۔

آج کے اس پُرفتن دور میں کافی حد تک ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ فقہ حنفی کے مسائل قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ مرتب ہوں تو مفسدین کی کافی حد تک فقہ حنفی کے خلاف زبان درازیاں بند ہوجائیں گی۔ جو ہمیشہ عوام الناس کو یہی کہتے رہتے ہیں کہ حنفیوں کے پاس صرف فقہ ہے حدیث نہیں اوران کی فقہ حدیث کے خلاف ہے لہٰذا اگرتم آخرت کی نجات چاہتے ہوتو فقہ کو چھوڑ و اور حدیث کی طرف رجوع کرو۔

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی نے مسائل فقہ کو سامنے رکھ کر قرآن وحدیث سے جس جس مسئلہ پر جس آیت کریمہ سے یا حدیث پیغمبر ﷺ سے استنباط کیا گیا تھا وہ آیت اور حدیث جو اس مسئلہ سے متعلق تھی، درج فرمادی ہے۔ شرح ثمیری کے نام سے بہت بڑا ذخیرہ جمع کر کے دورِ حاضر میں محسوس کی جانے والی کمی پوری کردی۔ اندازِ بیان سہل ہے۔ ہر خاص وعام کو مسائل فقہ، قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھنے میں دقت نہ ہوگی۔ عالمی مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالرحمٰن باوا نے ختم نبوت اکیڈمی لندن سے اسے شائع کر کے ایک بڑی دینی خدمت انجام دی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزاء خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)   (تبصرہ: محمد اسحاق ظفر)

کتاب: تاریخی دستاویز   مرتب: مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہ

ضخامت: ۷۵۰ صفحات   قیمت: درج نہیں   ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان

ہر دور میں اہل حق، باطل پرستوں کا تعاقب کرتے رہے ہیں اور خیر وشر کی یہ جنگ ہمیشہ سے جاری وساری ہے۔ حضور ختمی مرتبت ﷺ کے بعد جعل ساز گرگٹوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ جنھوں نے ادعائے نبوت کے نام پر اپنی مخبوط الحواس حرکتوں سے ایک عالم میں ادھم مچایا اور بے شمار لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ دوسری طرف حق پرستوں کی بھی ایک طویل صف ہے جنھوں نے جاں نثاری اور جاں سپاری کے جذبِ کامل کے ساتھ اس منصب کی حفاظت کا حق ادا کردیا۔ یہ کتاب انھی جانبازوں کے نام منسوب ہے۔ فاضل مرتب نے عہدِ حاضر کے دجال، مسیلمہ پنجاب مرزا قادیانی اوراس کے حاشیہ بردار جتھے کی ہولناک سازشوں کے باوجود ان کو شکست دینے میں کامیاب ہونے والے سرفروشوں کے

مقدس تذکرے کو قلم بند کیا ہے۔ تصحیح کتابت کا معیار بہت حد تک درست ہے۔ تاہم پھر بھی کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مثلاً صفحہ ۲۵ پر مشہور عام شعر ’’آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری‘‘ کو غلطی سے ’’آنچہ خوباں ہمہ درانذ‘‘ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۴۰ پر آیت قرآنی ’’ثم استویٰ علی العرش‘‘ کو کمپیوٹر کاتب کے بہکاوے نے ’’ثم استریٰ علی العرش‘‘ لکھ دیا ہے۔ کم از کم آیتِ قرآنی کی تصحیح اسی ایڈیشن میں ہاتھ سے کر دینی چاہیے۔

کتاب کے شروع میں چند اکابر علماء کے فتنۂ قادیانیت پر رسائل ہیں۔ فاضل مرتب ایک مخلص انسان ہیں اور تحریر کے ذریعے خدمتِ دین کا جذبہ رکھتے ہیں۔ تحریک تحفظِ ختم نبوت کی تاریخ کے ضمن میں ساری تحریریں مولانا اللہ وسایا صاحب کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ جو مرتب کے خلوص پر غالب آگئی ہیں۔ کتاب کے مطالعے سے قاری کو یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مجلس احرار اسلام کے بانی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے تمام مسالک کو متحد کر کے تحریک تحفظِ ختم نبوت برپا کی۔ اور مجلس احرار اسلام نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ لیکن امیر شریعت رحمہ اللہ کے فرزند و جانشین کہیں نظر نہیں آتے۔ جبکہ آپ کے چاروں فرزندوں نے تحریکِ تحفظ ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں اسی طرح روپوش ہوئے جس طرح مجاہدِ ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ۔ انھوں نے روپوشی میں بھی اکابر سے رابطہ رکھا۔ تحریک کے دوران اُن کی قادیانیت کُش تحریروں کا حکومت نے نوٹس لیا۔ منیر انکوائری کمیشن میں اُن کی بازگشت سنائی دی۔ دوسرے فرزند حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ بھی ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے اور ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظِ ختم نبوت میں چاروں بھائی شامل تھے اور انھوں نے گرفتاریاں دیں۔ تاریخ کو جس غلط انداز میں پیش کر کے ریکارڈ بنایا جا رہا ہے' یہ روش درست نہیں۔ فاضل مرتب نے جن کتابوں پر انحصار کیا ہے وہ متنازع بھی ہیں اور ہمارے محل نظر بھی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کے باب میں بھی پرانی غلطیوں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ جن کی درستی از حد ضروری ہے کہ یہ تاریخ کا معاملہ ہے۔ کتاب کے ان ابواب پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں قادیانی ٹولہ اور اس کے سرکردہ بدقماشوں پر کی جانے والی جرح کتاب کے صفحات کی ایک بڑی تعداد کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کے بعد کچھ رسائل ہیں اور آخر میں نغمات ختم نبوت۔ بیچ میں کہیں کہیں ہم فاضل مرتب کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین بھی ڈھونڈ سکتے ہیں۔ آپ اکابر کی تقاریر اور فاضل مرتب کے مضامین میں اگر تفریق کر لیں تو یہ آپ کی اپنی بصیرت ہے ورنہ کتاب کی عنوانی ترتیب اس بارے میں آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔ مجموعی طور پر کتاب قابل مطالعہ ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت اور ردّ مرزائیت پر اچھا مواد جمع کیا گیا ہے۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

ادارہ

مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

حدود آرڈیننس کے خاتمے کے لیے یہودی وامریکی سرمایہ کام کررہا ہے: سید عطاء المہیمن بخاری

چیچہ وطنی (۱۵رجون) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ حدود آرڈی نینس کی آڑ میں حدود اللہ کیخلاف میڈیا مہم دراصل اللہ کے قوانین کے خلاف بغاوت کی فضا پیدا کرنا ہے۔ یہ ایجنڈا بھی انہی قوتوں کا ہے جو دنیا میں نام نہاد امن کے نام پر انسانیت کی تباہی پر تلی ہوئی ہیں۔ دینی قوتیں اس مسئلہ پر جان کی بازی لگا کر بھی حدود اللہ کا دفاع کریں گی اور حدود آرڈی نینس میں جھول کا بہانہ بنا کر اللہ کی طرف سے نافذ کردہ سزاؤں کو ختم کرنے کی ہر سازش کو ناکام ونامراد بنا دیں گی۔

چیچہ وطنی کے ریجنل دفتر احرار میں کارکنوں کے اجتماع، ہڑپہ کے چک ۸ اٹکڑا، ساہیوال کے چک ۹۲۔۶ آر اور جامع مسجد صدیقیہ کمالیہ میں مختلف اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ حدود اللہ اور شعائر اللہ کے خلاف مہم میں تیزی کے پیچھے یہودی وامریکی دماغ اور پیسہ کام کررہا ہے۔ موجودہ حکمرانوں کی مکمل آشیر باد ایسے عناصر کو حاصل ہے اور بعض اخبارات وچینلز کو اس کام کے لیے ''سپانسر'' کیا گیا ہے۔ سب کو سوچنا چاہیے کہ ہم کس کے ایماء پر، کس کے خلاف، کونسی بولی بول رہے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ طرزِ عمل اللہ کے عذاب وقہر کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ انھوں نے کہا کہ قرآنی احکامات اور دینی مسلمات کو متنازعہ بنانا ان پر تشکیک پیدا کرنا فکری ارتداد کے زمرے میں آتا ہے اور آئین پاکستان بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ موجودہ حکمرانوں کا وجود اسلام اور آئین کی نفی ہے۔ قیامِ ملک سے انحراف وغداری کرنے والوں کو اس ملک کے اقتدار پر مسلط رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ انھوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کے غیر آئینی اقدامات کو دوام بخشنے والی قوتیں اپنے کیے پر ندامت کی بجائے خود ساختہ جواز کے بہانے تلاش کر کے ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' کا مظاہرہ کررہی ہیں۔ بہتر ہوتا کہ وہ مفادات کی سیاست کو ترک کر کے بصیرت کا استعمال کرتے اب بھی وقت ہے کہ محض اقتدار کی جنگ اور انڈر ہینڈ ڈیلنگ سے چھٹکارا حاصل کر کے نظامِ خلافت کے احیاء ونفاذ کے لیے اپنی توانائیوں کو یکجا کرلیا جائے۔

قادیانی ملکی سلامتی کے خلاف خطرناک کھیل' کھیل رہے ہیں: عبداللطیف خالد چیمہ

علاوہ ازیں جامعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بورے والا میں سیرت خاتم الانبیاء (ﷺ) کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ تحفظ ناموسِ رسالت (ﷺ) کے مسئلہ پر پوری دنیا کے مسلمانوں نے اپنی غیر مشروط ہم آہنگی ظاہر کر کے یہ ثابت کردیا ہے کہ اس گئے گزرے دور میں

بھی امت مسلمہ عشق مصطفیٰ (ﷺ) پر مر مٹنے کو تیار ہے۔انھوں نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی شہادت نے اس مسئلہ کو زندہ کر دیا ہے۔انسانیت کے جھوٹے دعوے دار عامر کی شہادتِ حق کو چھپانے میں ناکام ہوئے ہیں اور پاکستانی حکمران اس شہادت کے جذبے کو دبانے میں نامراد ہوں گے۔

انھوں نے کہا کہ قادیانی ملکی سلامتی کے خلاف خطرناک کھیل' کھیل رہے ہیں۔پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کے پیچھے قادیانی عنصر بھی کام کر رہا ہے اور فرقہ وارانہ فسادات کے پس منظر میں قادیانی پیسہ اور قادیانی سازشیں کارفرما ہیں۔انھوں نے کہا کہ چناب نگر (ربوہ) قادیانی سازشوں کا مرکز ہے۔امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد نہ ہونا حکومت کی بدترین قادیانیت نوازی کا مظہر ہے۔انھوں نے کہا کہ چناب نگر کے اردگرد قادیانی زمینیں خرید کر ایک بڑی سازش پر عمل درآمد کی تیاری کر رہے ہیں۔انھوں نے کہا کہ حکومت دہشت گردی ختم کرنا چاہتی ہے تو پھر چناب نگر کی تلاشی لی جائے اور قادیانی جماعت اور اس کی تمام ذیلی تنظیموں پر پابندی عائد کی جائے۔روزنامہ ''الفضل'' سمیت تمام قادیانی جرائد کے ڈیکلریشن منسوخ کیے جائیں اور قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے۔قادیانی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔سول اور فوج کے تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

حکمرانوں نے دین دشمن پالیسی نہ چھوڑی تو انجام عبرت ناک ہوگا: سید محمد کفیل بخاری

چیچہ وطنی (۹ رجون) مجلس احرار اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی زندگی مشعل راہ ہے اور یہی بات ہمارے حکمرانوں کی سمجھ سے باہر ہے۔وہ گزشتہ روز مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی میں اجتماع جمعۃ المبارک سے خطاب کر رہے تھے۔انھوں نے کہا کہ روشن خیالی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے لاشعوری انداز میں قوم کو یہود و نصاریٰ کا غلام بنایا جا رہا ہے جو کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے متصادم ہے۔موجودہ حکمرانوں نے دین دشمنی کی پالیسی نہ چھوڑی تو انجام عبرت ناک ہوگا۔فحاشی و عریانی کو فروغ دیا جا رہا ہے جبکہ دینی محاذوں پر دفاعی خدمات سرانجام دینے والے اداروں اور شخصیات کو مختلف حیلے بہانوں سے دبایا جا رہا ہے جس سے انقلاب کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔پاکستان میں یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ کے طور پر قادیانی سرگرم عمل ہیں اور حکمران ملکی سلامتی کے تحفظ کی بجائے قادیانیوں کو نواز رہے ہیں تاکہ یورپ و امریکہ ان سے خوش ہیں۔حکمرانوں کی پالیسیاں قرآنی احکامات سے متصادم ہیں جو کہ خدا اور رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف ہے۔انھوں نے کہا کہ حکمرانوں سے بھلائی و اچھائی کی توقعات رکھنے کی بجائے مسلمان مساجد و مدارس سے اپنے روابط بڑھا کر اپنی نجی زندگیوں میں انقلاب لے آئیں تو دین دشمن حکمران ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

زکریا یونیورسٹی قادیانی سازشوں کا مرکز بن گئی
تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے وائس چانسلر کو آگاہ کیا

ملتان (۱۴/جون) تحریکِ تحفظِ ختم نبوت میں شامل مختلف دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی قادیانی سازشوں کا مرکز اور قادیانیوں کی آماجگاہ بن گئی ہے۔ حضرت بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے نام پر قائم ہونے والی یونیورسٹی میں قادیانیت کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ قادیانی لٹریچر تقسیم کیا جا رہا ہے اور سادہ لوح طلباء کو بیرون ملک روزگار کا لالچ دے کر انہیں قادیانی بنایا جا رہا ہے۔

جمعیت علماء اسلام کے سید خورشید عباس گردیزی، جماعت اسلامی کے راؤ محمد ظفر اقبال، مجلس احرار اسلام کے سید محمد کفیل بخاری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا اللہ وسایا اور جمعیت اتحاد العلماء کے مولانا محمد اسلم نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کی طرف سے وائس چانسلر کو ایک خط ۲۸/مئی کو لکھا گیا۔ جس میں انھیں قادیانیوں کی خلافِ قانون سرگرمیوں سے مطلع کیا گیا۔ وائس چانسلر نے حقائق معلوم کرنے کے لیے ۲/جون کو ہمیں ملاقات کے لیے بلایا اور ایک وفد کی صورت میں ہم نے ان سے ملاقات کر کے انھیں بتایا کہ شعبہ اردو کا ایک پروفیسر ڈاکٹر عامر سہیل اور پبلک ریلشنز میں تعینات خاتون مریم مجوکہ دونوں قادیانی ہیں۔ دونوں کو ڈاکٹر انوار احمد اور ڈاکٹر روبینہ ترین جیسی قادیانی نواز شخصیتوں کی سفارش پر یونیورسٹی میں تعینات کیا گیا ہے۔ وہ طلباء میں قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں جو کہ سراسر آئین کے خلاف ہے۔ وائس چانسلر نے ہمیں یقین دلایا کہ وہ اس مسئلہ پر جلد کارروائی کریں گے۔ لیکن اتنے دن گزرنے کے باوجود کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔ اور وائس چانسلر صاحب نے ڈاکٹر انوار احمد اور ڈاکٹر روبینہ ترین کے دباؤ میں آکر چپ سادھ لی ہے۔

تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کے رہنماؤں نے کہا ہے کہ قادیانی ڈاکٹر عامر سہیل کو بیک ڈور سے زکریا یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں لایا گیا جبکہ شعبہ اردو میں ورک لوڈ نہیں تھا۔ اس کے لیے سیٹ نکالی گئی اور ڈیپوٹیشن پر اسے یونیورسٹی میں تعینات کیا گیا۔ اب اُسے اسسٹنٹ پروفیسر کی سیٹ پر تعینات کرنے کے لیے سازش کی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر انوار احمد اور ڈاکٹر روبینہ ترین نے اس کے مقابلے میں مضبوط اُمیدواروں کو جبراً روک دیا ہے جبکہ کمزور امیدواروں کو سامنے لا کر قادیانی پروفیسر کی سیٹ پکی کی جا رہی ہے۔ اسی طرح مریم مجوکہ کو بھی پہلے نااہل قرار دیا اور بعد میں دباؤ میں آکر تعینات کر دیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ دونوں قادیانی یونیورسٹی کی پُر امن فضا کو خراب کر رہے ہیں۔ مذہبی تصادم اور نقص امن کا مسئلہ پیدا کر رہے ہیں۔ وائس چانسلر انھیں یونیورسٹی سے اپنی جگہ پر واپس بھیجیں اور قادیانی پروفیسر عامر سہیل کی ڈیپوٹیشن کینسل کی جائے۔ انھوں نے کہا کہ مذکورہ قادیانیوں کی شر انگیز سرگرمیوں کے خلاف ایک اعلیٰ سطحی وفد جلد اعلیٰ حکام سے ملاقات کرے گا۔ جبکہ عوامی سطح پر احتجاج کا سلسلہ بھی شروع کیا جا رہا ہے۔

زکریا یونیورسٹی شعبۂ اردو کی سربراہ قادیانیوں کی وکالت نہ کریں

قادیانی پروفیسر ڈاکٹر عامر سہیل کے بارے میں ان کا وضاحتی بیان گمراہ کن ہے، وائس چانسلر نوٹس لیں

ملتان (۱۶/جون) تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں سید خورشید عباس گردیزی، راؤ محمد ظفر اقبال، سید محمد کفیل بخاری، مولانا اللہ وسایا، مولانا احسان احمد اور مولانا محمد اسلم نے اپنے مشترکہ بیان میں شعبہ اردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی

کی سربراہ ڈاکٹر روبینہ ترین کے اس وضاحتی بیان کو گمراہ کن قرار دیا ہے جس میں زکریا یونیورسٹی کے قادیانی پروفیسر ڈاکٹر عامر سہیل کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو چکا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اُن کا بیان ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کے مصداق ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ڈاکٹر عامر سہیل نے اپنے مسلمان ہونے اور قادیانیت سے تائب ہونے کا اعلان کیوں نہیں کیا۔ اس کے گھر واقع گلگشت کالونی میں اب تک مرزا قادیانی کی تصویر لگی ہوئی ہے۔ جسے وہ اس بیان کی اشاعت کے بعد اتار دیں گے۔ نیز ڈاکٹر عامر سہیل اپنے رسالے ''انگارے'' کی اشاعت کے لیے قادیانی جماعت سے پیسے کیوں لیتا ہے۔ قادیانیوں نے ایک مضمون میں ''انگارے'' کو قادیانی جریدہ قرار دیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر روبینہ ترین اس قادیانی جریدہ کو طلباء وطالبات میں زبردستی فروخت کررہی ہیں۔ زکریا یونیورسٹی کو ''انگارے'' کا سیل پوائنٹ بنادیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پبلک ریلیشنز میں مریم مجوکہ قادیانی خاتون کو بھی ڈاکٹر روبینہ ترین اور ڈاکٹر انوار احمد نے تعینات کرا کر قادیانیت نوازی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

انھوں نے کہا کہ محترمہ خود ایک مسلمان گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ مذکورہ قادیانی پروفیسر سے اپنے ریسرچ پیپر ضرور تیار کرائیں لیکن انہیں قادیانیوں کی وکالت نہیں کرنی چاہیے۔ موصوفہ قادیانی پروفیسر کی مکمل سرپرستی کررہی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جب سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر پی ایچ ڈی کے لیے رجسٹریشن ہوئی تو اس قادیانی پروفیسر نے پورے شہر میں اس کے خلاف پمفلٹ تقسیم کیے اور اہم شخصیات کو خطوط لکھے۔ نیز پی ایچ ڈی کرنے والے مرحوم پروفیسر محمود قریشی کو گالیوں بھرے خطوط لکھے۔ جہاں تک ڈاکٹر عامر سہیل کا ڈاکٹر روبینہ ترین کی ایک عزیزہ سے شادی کا معاملہ ہے تو کوئی قادیانی کسی مسلمان خاتون سے شادی کر لینے سے مسلمان نہیں ہو جاتا اور نہ ہی کسی نیک خاتون کے کہنے سے مسلمان ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جو شخص مسلمان ہو وہ لوگوں میں اعلان کرے۔ قادیانی دھوکہ دے کر مسلمان لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں۔ اس قادیانی پروفیسر کے خاندان کے وفات پانے والے افراد ربوہ (چناب نگر) کے ''مقدس قبرستان'' میں دفن ہیں۔ چند ماہ پہلے اس کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ بھی ربوہ کے ''مقدس قبرستان'' میں دفن کی گئیں۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے زکریا یونیورسٹی کے وی سی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قادیانی نواز افراد کے دباؤ میں نہ آئیں اور اس مسئلہ کا سنجیدگی سے نوٹس لیں۔ ملتان کے شہری اُن کا بھرپور ساتھ دیں گے۔

قادیانی چناب نگر میں زمینیں خرید کر اسرائیل کی طرز پر اپنی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں

چناب نگر (۲۱؍جون) مجلس احرار اسلام پاکستان نے بڑھتی ہوئی قادیانی سرگرمیوں پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ چناب نگر (ربوہ) میں قادیانی باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت زمینیں خرید رہے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کا یہ خدشہ دن بدن شدید سے شدید تر ہوتا جارہا ہے کہ قادیانی پاکستان میں اسرائیل کی طرز پر اپنی اس ''ریاست'' کی حدود کو وسیع کر کے اپنی اسلام و وطن دشمن سرگرمیوں میں مزید اضافہ کریں گے جس سے لازمی طور پر مسلمانوں کے لیے مشکلات بھی پیدا ہوں گی اور لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ بھی بنے گا۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر صدارت مدرسہ ختم

نبوت جامع مسجد احرار چناب نگر میں مجلس احرار اسلام اور شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کا اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا جس میں پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، مولانا منظور احمد، مولانا محمد اسحاق ظفر اور دیگر رہنماؤں نے شرکت کی۔

اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ قادیانیوں کی اسلام آئین اور ملکی سلامتی کے خلاف سرگرمیوں خصوصاً چناب نگر میں اشتعال انگیز اقدامات کے خلاف رائے عامہ کو منظّم اور بیدار کیا جائے گا اور احتجاج کو مؤثر بنانے کے لیے شہری ودیہاتی حلقوں میں ''تحفظ ختم نبوت'' کے عنوان پر اجتماعات منعقد کئے جائیں گے۔ اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ چناب نگر، احمد نگر اور گردونواح میں قادیانیوں کو زمینیں خریدنے سے روکا جائے۔ اجلاس میں کہا گیا کہ قادیانیوں کا عجمی اسرائیل کا منصوبہ ناکام بنایا جائے گا۔

قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری اور پروفیسر خالد شبیر احمد نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۷۴ء کے پارلیمنٹ کے فیصلے اور ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کو نہ تو قادیانیوں نے تسلیم کیا ہے اور نہ ہی حکومت اس حوالے سے بننے والے قوانین کے تقاضے پوری کر رہی ہے جبکہ قانون نافذ کرنے والے مجرمانہ اغماض برت رہے ہیں۔ انھوں نے کہا اگر چناب نگر (ربوہ) کو کھلا شہر قرار دینے کے تقاضے حقیقی معنوں میں پورے نہ کیے گئے اور قادیانیوں کو وسیع رقبے خریدنے سے نہ روکا گیا تو ایسی صورت میں اسرائیل کی طرز پر قادیانی اپنی ''ریاست'' کے خواب دیکھنے لگیں گے۔ انھوں نے کہا کہ قادیانی پاکستان میں اسرائیل کی طرز پر اپنی ریاست قائم کرنے کے دیرینہ منصوبے پر عمل پیرا ہیں جس طرح عربوں کی سرزمین پر اسرائیل نے اپنی ناجائز ریاست قائم کر رکھی ہے جو اس وقت نہ صرف فلسطین کے مسلمانوں کے لیے باعث تشویش ہے بلکہ دنیا بھر کے مسلمان اس صورت حال سے پریشان ہیں۔

اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ حکومت آئین سے بغاوت اور اسلام سے غداری پر مشتمل قادیانی سرگرمیوں کا فوری وموثر سدباب کرے ورنہ عوام میں اشتعال بڑھے گا اور ہولناک کشیدگی جنم لے گی۔ بتایا گیا ہے کہ اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے کہ حکومت کی قادیانیت نواز پالیسیوں کے حوالے سے صحافی برادری اور زندگی کے مختلف طبقات سے رابطہ کر کے بریفنگ دی جائے گی اور ہر ممکن طریقے سے حکومتی پالیسیوں کو طشت از بام کیا جائے گا۔

☆......☆......☆

کمالیہ (رپورٹ: ابوعثمان قمر۔۲۴؍جون) اہل سنت والجماعت پاکستان کے صدر مولانا محمد احمد لدھیانوی نے کہا ہے کہ تحفظ ناموسِ صحابہؓ کے لیے دی گئیں قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی۔ ہم دفاعِ صحابہؓ سے کسی صورت دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ جیل کی کال کوٹھڑی سے لے کر خون دینے تک اب کون سا خوف یا ہتھکنڈہ ہے جو ہمیں اپنے اہداف ومقاصد کے لیے آگے بڑھنے سے روک سکتا ہے۔ وہ گزشتہ رات جامع مسجد فاروقیہ کمالیہ میں ملاقات کرنے والے مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ اور ارکانِ وفد قاری منظور احمد طاہر، ابوعثمان قمر، مولانا

منظور احمد، حافظ محمد صدیق، ابومعاویہ محمد ابراہیم اور محمد اکمل علیمی سے گفتگو کر رہے تھے۔

عبداللطیف خالد چیمہ نے اس موقع پر مولانا محمد احمد لدھیانوی کے استقلال و استقامت اور رہائی پر مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری اور دیگر رہنماؤں کی جانب سے مبارک باد پیش کی۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم آئینی حدود میں رہ کر منصب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں لیکن حکمرانوں کی طرف سے ہم یک طرفہ طور پر ظلم وستم اور ریاستی تشدد و جبر کا بری طرح شکار ہیں جبکہ فریق ثانی کو تمام سہولتوں کے ساتھ کھلی چھٹی دی گئی ہے جو کہ سراسر ناانصافی اور زیادتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس طرح کسی نظریے یا جماعت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے اس موقع پر تحریک تحفظ ناموس رسالت (ﷺ) کے سلسلہ میں مجلس احرار اسلام کی شاندار خدمات کو سراہا اور کہا کہ تحفظ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت کے محاذ پر ملت اسلامیہ کے کارکن تحریک ختم نبوت کے سپاہی بن کر کام کریں گے۔

توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ڈنمارک کے اخبار کا ایڈیٹر زندہ جل مرا

لاہور (نیوز ڈیسک) توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ڈنمارک کے بدنام زمانہ اخبار ''جائلن بوسٹن'' کا بدبخت ایڈیٹر ایلیٹ بیک اپنے کمرے میں بھڑک اٹھنے والی آگ میں جل کر ہلاک ہو گیا ہے۔ ایک سعودی اخبار کی رپورٹ کے مطابق ایلیٹ بیک اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا کہ اچانک آگ بھڑک اٹھی۔ جس کی لپیٹ میں آکر بدبخت زندہ جل کر ختم ہو گیا۔ اس ایڈیٹر نے ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو اپنے اخبار میں توہین آمیز خاکے شائع کیے تھے۔ جس پر پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا تھا۔ ڈنمارک کی حکومت اس کے جل مرنے کی خبر کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔ سعودی اخبار نے لکھا ہے کہ اس ایڈیٹر کو اللہ کے عذاب نے سوتے میں پکڑ لیا اور وہ زندہ جل کر جہنم واصل ہو گیا۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان۔ ۱۵ر جون ۲۰۰۶ء)

خلافت احمدیہ کی صدسالہ جوبلی کے لیے قادیانیوں نے کھلم کھلا تبلیغ شروع کر دی
مجلس احرار اسلام میں شامل ہو کر تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد تیز کریں

لودھراں (نامہ نگار) خلافت احمدیہ کی صدسالہ جوبلی کے لیے لودھراں میں قادیانیوں نے تحریک اور تبلیغ شروع کر دی۔ تفصیلات کے مطابق قادیانیوں کی طرف سے شہر میں ایک ''بروشر'' تقسیم کیا گیا۔ جس میں واضح طور پر ''خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی ۲۰۰۸ء کے لیے دعائیں، عبادات اور قرآنی آیات پرنٹ تھیں جس کا روزانہ ذکر کرنا لکھا تھا۔

مجلس احرار اسلام بہاول پور کے صدر مولانا عبدالعزیز اور ڈاکٹر عبدالرازق نے کہا کہ قادیانی مسلمانوں کے قرآن مجید کا سہارا لے کر مسلمانوں کو ورغلا رہے ہیں۔ ان کے عقیدے اور مذہب میں قرآن مجید نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کا مذاق اڑانے کے لیے ایسی مذموم حرکت کر رہے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو ردّ قادیانیت کے لیے بھرپور تحریک چلانی چاہیے کیونکہ قادیانی، مرزائی، احمدی، پاکستانی قانون اور مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق غیر مسلم اور اللہ اور اس کے آخری

رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہر مسلمان کو تحفظ ختم نبوت کے لیے مجلس احرار اسلام کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھرپور شرکت کرنی چاہیے۔

عبداللطیف خالد چیمہ کی برطانیہ روانگی

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ ۲۶؍جون ۲۰۰۶ء کو برطانیہ روانہ ہوگئے۔ وہ ۲؍جون کو ختم نبوت ایجوکیشن سنٹر برمنگھم میں ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کریں گے اور لندن و گلاسگو سمیت مختلف شہروں کا دورہ کریں گے اور موجودہ عالمی صورت حال کے حوالے سے ممتاز برطانوی علماء کرام اور دانشوروں سے ملاقات ومشاورت کریں گے اور اگست کے پہلے عشرے میں واپس پاکستان پہنچ جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

برطانیہ میں ان سے درج ذیل نمبروں پر رابطہ کیا جاسکتا ہے

لندن: 0208-5500104 گلاسگو: 0141-9443018 موبائل: 07866462932

چیچہ وطنی میں چوتھے مرکزِ احرار ’’مسجدِ ختم نبوت‘‘ کا قیام

رحمٰن سٹی ہاؤسنگ سکیم اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی میں مسجد ختم نبوت کے لیے ایک کنال جگہ رحمٰن سٹی کے منتظمین نے دار العلوم ختم نبوت (رجسٹرڈ) چیچہ وطنی کو عطیہ کی ہے جس کا سنگِ بنیاد 10؍مئی 2006ء کو قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے رکھا۔ مسجد و سنٹر کی جگہ سے متصل ڈسپنسری لائبریری اور دفتری ضروریات کے لیے جماعت نے پانچ مرلے کا پلاٹ خریدا ہے جس کی ادائیگی ان شاء اللہ دسمبر 2006ء تک کرنی ہے۔ جملہ اہل خیر سے تعاون کی درخواست ہے۔

نوٹ: براہِ کرم رقم بھیجتے وقت مد کی صراحت ضرور فرمائیں

ترسیلِ زر اور رابطہ کے لیے

عبداللطیف خالد چیمہ دفتر مجلس احرار اسلام دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی پاکستان

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 1306 نیشنل بینک آف پاکستان جامع مسجد بازار چیچہ وطنی بنام دار العلوم ختم نبوت

فون نمبر: 040-5482253 موبائل: 0300-6939453

منجانب: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی

ادارہ

مسافرانِ آخرت

جناب عبدالغفور بھٹی مرحوم:

مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم و مخلص کارکن ۔مئی ۲۰۰۶ میں انتقال ہوا۔تقریباً ۴۵ سال مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ رہے۔ایک صحیح العقیدہ اور بہادر مسلمان تھے۔جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دروس قرآن اور نجی مجالس کے حاضر باش رکن تھے۔ان سے بے پناہ محبت تھی۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت اور محبت میں فنا تھے۔اور یہ جذبہ حضرت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی صحبت کا فیض تھا۔حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کے جگری دوست تھے۔احرار میں شامل ہوئے تو پھر آخری سانس تک ثابت قدم رہے۔صوم وصلوٰۃ اور ذکر،اذکار کے پابند ایک متقی انسان تھے۔حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔(آمین)

خواجہ عبدالرحیم صاحب مرحوم:

ممتاز دینی سکالر پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی صاحب کے والد ماجد خواجہ عبدالرحیم صدیقی صاحب ۲۹ر جمادی الاوّل ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۶ر جون ۲۰۰۶ء بروز پیر ذکرِالٰہی کرتے ہوئے ملتان میں انتقال کر گئے ۔مرحوم ایک صالح، عابد وزاہد اور وضع دار انسان تھے۔انھوں نے اپنی اولاد کی صحیح دینی تربیت کی جو اُن کے لیے توشۂ آخرت ہے۔حق تعالیٰ اُن کی مغفرت اور درجات بلند فرمائے۔(آمین)

جناب رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ مرحوم:

لاہور ہائی کورٹ میں دین اور دینی قوتوں کے حق میں بلند ہونے والی ایک توانا آواز جناب رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے ۔مرحوم صرف وکیل ہی نہیں بلکہ دینی علوم کے بھی ماہر تھے۔عربی، فارسی پر عبور حاصل تھا انگریزی پر کمال دسترس تھی۔ وہ جب انگریزی بولتے تو الفاظ بم کی طرح برساتے۔ان کی گھن گرج سے ماحول پر سکوت طاری ہو جاتا۔ایوانِ عدل ہو یا ایوانِ عام،ان کی للکار اور پکار ایک جیسی ہوتی۔ایک بے خوف، بہادر، متقی، صاحبِ علم اور صاحب کردار انسان؛ جس کے بغیر ماحول سُونا سُونا ہے۔وہ اسلام کے سچے شیدائی اور ختم نبوت کے سپاہی تھے۔پاکستان کی ہر دینی تحریک میں نمایاں خدمات انجام دیں۔اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔(آمین)

والدہ مرحومہ قاری ظہور رحیم عثمانی:

مجلس احرار اسلام لیاقت پور کے امیر مولانا قاری ظہور رحیم عثمانی کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

اہلیہ مرحومہ صوفی نذیر احمد: مجلس احرار اسلام ملتان کے صدر صوفی نذیر احمد صاحب کی اہلیہ مرحومہ، انتقال ۸/ جون ۲۰۰۶ء

☆ مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری نشر و اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی چچی صاحبہ اور ظفر اقبال چیمہ کی والدہ ماجدہ ۲۶/ جون کو چیچہ وطنی میں انتقال کر گئیں۔

☆ ناگڑیاں ضلع گجرات میں محمد احسن کی والدہ، غلام غوث مرحوم کی اہلیہ اور لیفٹیننٹ محمد صفدر صاحب کی ممانی۔

☆ حافظ محمد امجد کے چچا مرحوم ☆ حاجی محمد شریف صاحب مرحوم ☆ لال مرحوم کی اہلیہ مرحومہ

☆ پروفیسر علامہ فضل احمد عارف مرحوم: انتقال ۱۱/ جون ۲۰۰۶ء ملتان ☆ والدہ مرحومہ احمد علی ظفر صاحب (لاہور)

☆ محمد یوسف باوا کی بیٹی (ملتان۔ ۱۸/ جون ۲۰۰۶ء) ☆ والدہ مرحومہ ڈاکٹر منیر احمد صاحب (لاہور۔ ۲۴/ جون ۲۰۰۶ء)

☆ مجلس احرار اسلام قاسم بیلا (ملتان) کے رہنما جناب محمد سعید کے دادا محترم شمس الدین انصاری مرحوم (۲۳/ جون ۲۰۰۶ء)

قارئین سے تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (آمین)

دعائے صحت

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن خلیفہ محمد اسماعیل جالندھری ☆ محترم عبدالرحمٰن جامی نقشبندی، ان کی دختر اور نواسہ

☆ ہمارے کرم فرما محمد زاہد صاحب (کراچی) کے ماموں ☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سفیر ابومعاویہ محمد بشیر چغتائی کی اہلیہ

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے معاون جناب حاجی جابر علی کے بھائی مبارک علی صاحب

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

27 جولائی 2006ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

جنت میں گھر بنائیے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے زیر انتظام

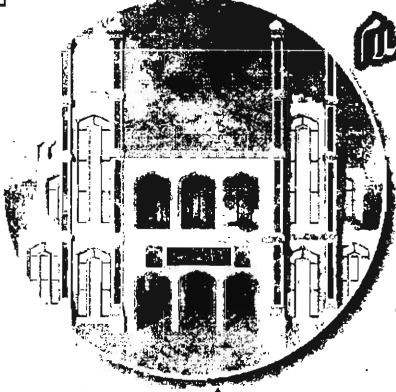

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی کی تعمیر مسلسل جاری ہے۔ تقریباً دو کنال رقبے پر مشتمل مسجد اور ملحقات تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں اور بجلی کی وائرنگ کا کام مسلسل جاری ہے۔ **45x60** کے مسجد کے ہال میں مستقبل میں ائرکنڈیشنڈ کے بڑے یونٹ لگانے کے لیے ابھی سے حسب ضرورت زمین دوز وائرنگ کا اہتمام کرلیا گیا ہے۔ اب تک تقریباً ساٹھ لاکھ روپے سے زائد خرچ ہو چکا ہے جبکہ رنگ روغن، بالائی حصے کے دروازے، ہال کے لکڑی کے مین دروازے منبر ومحراب کے کام سمیت متعدد متفرق کام ابھی باقی ہیں۔ جن کے لیے کم از کم بیس لاکھ روپے کا تخمینہ ہے جبکہ ائرکنڈیشنڈ کا خرچہ اس کے علاوہ ہے۔

مرکزی مسجد عثمانیہ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کا یکے بعد دیگرے تیسرا مرکز ہے۔ جو ان شاء اللہ مستقبل میں اپنی شناخت اور نظریاتی وفکری کام خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے منفرد کردار ادا کرے گا۔ مسجد عثمانیہ کی تکمیل کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ چیچہ وطنی میں چوتھے مرکز احرار **"مسجد ختم نبوت اور ختم نبوت سنٹر"** رحمان سٹی ہاؤسنگ سکیم اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر کا آغاز کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے: ایں سعادت بزور بازو نیست

جملہ احباب ومعاونین سے درخواست ہے کہ دعا اور تعاون جاری رکھیں

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: **9-2324** نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچہ وطنی

اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی **0300-6939453**

نورِ ہدایت

القرآن

''ہم نے شیطانوں کو انھی لوگوں کا رفیق کار بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کام کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔'' (اعراف: ۲۷۔۲۸)

الحدیث

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو (یعنی اس کی عمر اور زندگی کے متعلق خوش کن اور اطمینان بخش باتیں کرو۔ مثلاً یہ کہ تمھاری حالت بہتر ہے۔ ان شاء اللہ تم جلد تندرست ہو جاؤ گے) اس قسم کی باتیں کسی ہونے والی چیز کو روک تو نہ سکیں گی لیکن اس سے اس کا دل خوش ہوگا (اور یہی عیادت کا مقصد ہے)۔''

(جامع ترمذی۔ سنن ابن ماجہ)

الآثار

پاکستان، قادیانی اور بھٹو مرحوم

احمدیہ مسئلہ! یہ ایک مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے: رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔

ایک بار انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع الدین! کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوں؟ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔

بھٹو صاحب کی باتوں سے میں اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انہیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

(''بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن''۔ از کرنل رفیع الدین)

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے زیرِ اہتمام

ختمِ نبوت کورس

(محاضراتِ ختمِ نبوت)

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

یکم شعبان 1427ھ مطابق 26 اگست 2006ء ہفتہ

تا

10 شعبان 1427ھ مطابق 4 ستمبر 2006ء پیر

زیرِ سرپرستی

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری

مدرسین

- پروفیسر خالد شبیر احمد
- مولانا مجاہد الحسینی
- مولانا حکیم محمود احمد ظفر
- خواجہ ابوالکلام صدیقی
- مولانا محمد مغیرہ
- مولانا محمد ازہر
- مولانا مشتاق احمد
- عبداللطیف خالد چیمہ
- سید محمد کفیل بخاری
- سید محمد معاویہ بخاری
- حافظ عابد مسعود ڈوگر
- مولانا محمد اسحاق ظفر

عنوانات

1 - عقیدۂ ختمِ نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں
2 - حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
3 - انکارِ ختمِ نبوت پر مبنی فتنوں کی تاریخ
4 - ردّ قادیانیت پر بحث ومکالمہ کا طریقۂ کار
5 - عقیدۂ ختمِ نبوت اور قادیانیت
6 - آئین سے متصادم قادیانی سرگرمیاں
7 - قادیانی سازشیں اور ان کا توڑ
8 - انکارِ ختمِ نبوت کی نئی شکلیں (فتنۂ اہلِ قرآن، فتنۂ انکارِ حدیث، سوشل ازم، جمہوریت، نظریۂ امامت)
9 - تعارف وتاریخ مجلس احرار اسلام
10 - انسانی حقوق اور غیر مسلم اقلیتیں
11 - احرار اور محاسبۂ قادیانیت
12 - اسلام، مغرب اور انسانی حقوق
13 - عیسائی عقائد/ اسلام اور عیسائیت کا تقابلی جائزہ
14 - تحفظِ ختمِ نبوت اور اسوۂ اکابر

ذیلی عنوانات

1 - عقیدۂ توحید وختمِ نبوت کا باہمی ربط
2 - ختمِ نبوت از روئے قرآن وحدیث وفقہ
3 - ختمِ نبوت ونزولِ عیسیٰ وظہورِ مہدی علیہما السلام کی اعتقادی حیثیت کی تشریح
4 - ضرورتِ ختمِ رسالت وعدمِ اجراءِ نبوت
5 - عقیدۂ ختمِ نبوت کے مسلّم ہونے کے باوجود ادعاءِ نبوت واجراءِ نبوت کے عقیدہ کی شرعی حیثیت
6 - اسلام میں مرتدین کی حیثیت (کفر وارتداد میں فرق)
7 - ختمِ نبوت کا مدارِ ایمانیات ہونا
8 - عقیدۂ ختمِ نبوت ونبوتِ عیسیٰ علیہ السلام کا باہمی تعلق
9 - عقیدۂ ختمِ نبوت پر اجماعِ امت کی حقیقت

شرائط

1 - دینی مدارس کے درجہ ثالثہ اور اس سے اوپر کے درجات کے طلباء
2 - دیگر تعلیمی اداروں کے کم از کم میٹرک پاس اور اس سے اوپر کے طلباء
3 - 10 رجب سے 30 تک داخلہ ہوگا۔
4 - رہائش وخوراک کا انتظام ادارہ کے ذمہ ہوگا۔ تاہم موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔
5 - سوفیصد حاضری اور بہتر استعداد والے طلباء کو انعامات دیئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

رابطہ

ملتان: 0300-6326621-061-4511961 چیچہ وطنی: 0300-6939453-040-5482253

چناب نگر: 047-6211523 لاہور: 042-5865465

Designed by 0321-6358191